دِیدارِ باری

بلاحجاب

مصنف

مفسر قرآن، جامع معقول والمنقول حاوی الاصول والفروع

حضرت مولانا علامہ پیر سید غلام حسین المعروف

مصطفیٰ رضا رضوی رازی قادری

مکتبہ ''سراج منیر'' طاہر سنز 40/B اردو بازار، لاہور

نام کتاب : دیدار باری بلا حجاب

مصنف : سید غلام حسین قادری رضوی

کمپوزنگ : عاصم شہزاد (طاہر سنز 40-B اُردو بازار لاہور)

ٹائٹل ڈیزائن : عمران زیدی، حیدر علی (طاہر سنز 40-B اُردو بازار لاہور)

اہتمام : محمد قاسم قادری، سید فرحان زیدی

ناشر : مکتبہ ''سراج منیر'' طاہر سنز 40/B اُردو بازار، لاہور

انجمن خدام قرآن (پاکستان)

قیمت : 90/- روپے
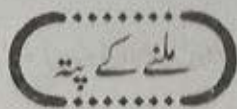
مکتبہ ''سراج منیر'' طاہر سنز 40/B اُردو بازار، لاہور۔ فون: 7248630

شبیر برادرز 40 اُردو بازار، لاہور۔ فون: 7246006

انتساب

قارئین حضرات!

یہ کتاب

دیدارِ باری بلاحجاب

میں اپنے مرید خاص

محمد قاسم رضا قادری

کو انتساب کرتا ہوں اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو نبی پاک کی محبت سے مزین فرمائے۔

سید غلام حسین رضوی رازی قادری

مصنف: دیدارِ باری بلاحجاب

فہرست

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد

کتاب دیدار باری بلاحجاب کا تعارف

یہ کتاب میرے مرشد علامہ حافظ سید غلام حسین قادری مفسر قرآن جامع المعقول والمنقول عفی عنہ نے تحریر فرمائی ہے۔ موصوف تعارف کے محتاج نہیں اور موصوف سلسلہ و تدریس میں منطق، نحو، فلسفہ، حدیث، تفسیر میں اپنی مثال آپ رکھتے ہیں۔ موصوف کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ سب سے پہلے قرآن مجید کی تفسیر ''سراج منیر'' کے نام پر لکھی ہے جس کی ایک جلد پارہ اول طباعت سے آراستہ ہو کر عوام کی نذر ہو چکی ہے۔ اس تفسیر میں چار درجے رکھے گئے ہیں: اول قرآن بالقرآن، دوئم قرآن بالاحادیث، سوئم قرآن قواعد نحوی و منطقی اور مسائل فقہیہ کو خوب مہارت کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ اردو انداز میں یہ تفسیر بے مثل ہے۔ اس تفسیر میں دلائل کی بھرمار ہے اور اس تفسیر کو ہم مجمع البحرین کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ واقعی یہ مجمع البحرین ہے علاوہ ازیں ''سراج منیر'' ذکر میلاد پر اور ''عظمت مصطفیٰ'' اتنی لاجواب تھیں جن کا ایڈیشن چند روز میں ختم ہو گیا اور ''خصائص العقول'' شرح حمد اللہ اور بحر العلوم جو منطق کی آخری کتاب ہے۔

بحر العلوم کتاب کے مصنف موصوف کے جد امجد اعلیٰ سید احمد خیر آبادی کے پیارے شاگرد ہیں اور یہ کتاب انتہائی دقیق ہے اور منطق کے آخر میں پڑھائی جاتی ہے۔ اس کتاب بحر العلوم پر بھی میرے مرشد نے حاشیہ لگایا ہے۔ موصوف کے حالات اس جلد میں وضاحت کے ساتھ ہیں۔

عرض کرتا چلوں کہ موصوف کے آباؤ اجداد چھبیس (26) پشتوں سے مفسر اور محدث چلے آئے ہیں۔ موصوف اپنے خاندان میں ستائیسویں تفسیر لکھ چکے ہیں۔ پہلی مذکورہ تمام تفاسیر عربی میں ہیں اور پورے عالم اسلام میں شہرہ آفاق ہیں۔

عرض کر چکا ہوں کہ مصنف کے حالات جلد اول میں مفصل ہیں۔ تھوڑا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں موصوف کے آباؤ اجداد پانچ پشتوں سے علم میں ناخواندہ رہ گئے۔ دور مغلیہ کے خاتمہ پر انگریزوں نے موصوف کے آباء کو شہید کیا اور تین کم سن بچے جن کو اپنی قومیت اور خاندان کے بارے میں کوئی علم نہ تھا۔ صرف اپنے دادا کا تخلص لفظ ''جیو'' یاد رہا جس کی وجہ سے آپ کی اولاد کو لفظ جیوا موسوم ہونے لگا۔ لفظ جیو کی وجہ سے لفظ جیوا تخلص ہو گیا۔ یہ صرف لفظ تخلص ہے اور ان کے آباؤ اجداد علم میں ممتاز بے مثل مفسر اور محدث ہیں۔ جن کی علمی شخصیت مسلم ہے اور ان کا علمی سکہ دنیائے علم میں مانا ہوا ہے۔

الحمد للہ پانچ پشتوں کے بعد اس تفسیر کی روایت کا سلسلہ پھر جاری ہوا۔ سید محمد عبداللہ خیر آبادی جن کا لقب خاتمۃ المفسرین انڈیا میں مانا گیا ہے وہ اپنی تفسیر انوار التنزیل کے مقدمہ میں صفحہ **141** پر رقمطراز ہیں۔ جس کی عبارت کا مفہوم ہے۔ ''شدید فتنوں کا دور آنے والا ہے میری اولاد پر کافی آلام و مصائب ٹوٹیں گے اور دو سو **200** سال کا عرصہ ہماری تفسیر کا یہ سلسلہ بند ہو جائے گا اور پھر دوبارہ چلے گا۔

تو موصوف میرے مرشد اپنے جد امجد کی پیشن گوئی کا صحیح پیش خیمہ ثابت ہوئے ہیں۔ مرشد موصوف ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے ہیں اور نہایت اہل تقویٰ اور سیدھے سادے درویش ہیں اور قرآن کے شیدائی ہیں۔ میں نے فروری **2000**ء میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ مجھے قلبی سکون نصیب ہوا ہے۔ موصوف کی تفسیر کی طباعت کا کام مکمل طور پر میرے ذمہ ہے اور میں اسے خدا کے فضل و کرم سے بخوبی سرانجام دے رہا ہوں اور آپ کے حکم سے ہی سب کچھ بخیر و خوبی سرانجام دوں گا۔ آپ کا عزم مزید کئی کتابیں لکھنے کا ہے اور کافی کتابیں لکھی بھی پڑی ہیں جو غیر مطبوعہ ہیں ان شاء اللہ العزیز ان تمام کتابوں کی طباعت کا کام بھی میں نے ہی سرانجام دینا ہے۔

موصوف کے علمی کمال کا عالم یہ ہے۔ علم نحو میں بحث کرتے ہیں تو ان میں بادشاہ نظر آتے ہیں۔ علم منطق آپ کا خاصا محبوب مشغلہ ہے اور تفسیر میں جس وقت آیات کو ایک دوسری سے تطبیق دیتے ہیں تو یہ ان کا جداگانہ انداز ہے۔ یہ اپنے آباؤ اجداد کی طرح اس فن میں ماہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ اہل سنت پر قائم و دائم رکھے۔

آپ نے یہ جو کتاب ''دیدار باری با حجاب'' لکھی ہے اس میں قبر کے حالات، معراج النبی ﷺ پر فلسفہ، اللہ تعالیٰ کا دیدار اہل جنت کو ہوگا۔ ان پر خوب بحث قرآن واحادیث کی روشنی میں دلچسپ پیرائے میں بیان کیا ہے۔ اس کتاب میں عمدہ، نفیس بحثیں ہیں۔ قارئین جب پڑھیں گے تو بار بار پڑھنے کو جی چاہے گا۔ موصوف کا ہر مضمون دلکش ہوتا ہے۔ آپ میں آباؤ اجداد کی خصوصیات ہیں۔ اب آپ کا شجرہ نسب اجمالا بیان کرتا ہوں۔ آپ خود ہی لکھتے ہیں کہ نسب نامے کی اسلام میں کوئی اہمیت نہیں بلکہ صرف اس لئے لکھ رہا ہوں کہ آپ کا تعلق آبائی علمی اور روحانی وجہ سے ہے ورنہ نسب کا کوئی فائدہ نہیں نہ ہی نسب نفع میں ہے اور نہ ہی نسب نفع دے گا۔ حضرت کا تعلق صرف علمی شخصیات سے ہے۔

محمد قاسم رضا

شیزان فیکٹری بند روڈ لاہور

فون نمبر: 0333-4227677

انجمن خدام قرآن کمیٹی

1- محمد قاسم قادری، 2- سید فرحان زیدی، 3- محمد شاہد قادری،
4- سید وجاہت علی، 5- محمد یٰسین (سرائے سدھو)، 6- سید اللہ دتہ،
7- ذوالقرنین 8- رانا عارف علی 9- رانا علی جان، 10- عبدالقیوم،
11- اشتیاق احمد، 12- رانا یاقت علی (سرائے سدھو)، 13- فہد اقبال مغل

شجرہ نسب

غلام حسین بن اللہ دتہ بن محمد بن محمد رمضان بن نامدار بن محمد سمیع اللہ بن شیخ محمد عبداللہ صاحب تفسیر انوار التنزیل تفسیر یا محمد بن میراں جیونوری برقعی صاحب تفسیر الاستغنی بن شیخ محمد رابع صاحب تفسیر الفوائد القرآن بن شیخ حامد صاحب تفسیر خصائص القرآن بن شیخ محمود صاحب تفسیر ذکرالمبین بن شیخ محمد صاحب تفسیر خلاصۃ الاتفاسیر بن شیخ محمود صاحب تفسیر الجواہر المبین ابن شیخ احمد صاحب تفسیر الفتح المبین بن شیخ محمد صاحب تفسیر البرہان بن شیخ محمد عبداللہ صاحب تفسیر حکمت القرآن بن شیخ محمد صاحب تفسیر فضائل القرآن بن شیخ احمد صاحب تفسیر اسباب النزول بن شیخ محمد تقی صاحب تفسیر احسن البیان بن علی عرف محمد اکبر صاحب تفسیر المہیمن مفاتح العلوم بن شیخ احمد صاحب تفسیر تبیان القرآن بن شیخ حامد صاحب تفسیر الرحمان بن محمد عبداللہ صاحب تفسیر البیات بن شیخ محمود صاحب تفسیر الموعظ القرآن بن شیخ حامد صاحب تفسیر احکام القرآن بن شیخ محمود صاحب تفسیر حقائق الاسلام بن شیخ احمد صاحب نور القرآن بن شیخ محمد عبداللہ صاحب تفسیر ''الفرقان'' بن شیخ احمد صاحب تفسیر تنزیل القرآن ابن امام المفسرین والمحدثین موسیٰ المبرقعہ صاحب تفسیر خزینۃ القرآن بن امام محمد تقی بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق آپ بھی صاحب تفسیر تھے بن امام محمد باقر صاحب تفسیر بحرالعلوم جو سو (100) جلدوں میں ہے بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بن علی المرتضیٰ آپ بھی صاحب تفسیر تھے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

قارئین سے التماس ہے کہ میرے لئے یہ دعا کریں کہ اپنے مرشد سے روحانی فیض لیتا رہوں اور ان کے نقش قدم پر بھی رہوں اور اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کریں کہ میرے دل میں آقا ﷺ کی محبت کا چراغ روشن رہے۔ (آمین)

محمد قاسم رضا قادری

شیزان فیکٹری بند روڈ، لاہور

فون نمبر: 0333-4227677

الحمد لله رب العلمين والعاقبة للمتقين ط

والصلوة والسلام علىٰ رسوله الكريم ط محمد

وآله واصحابه اجمعین الذی بعث الی الخلق

کافة للناس بشیر ونزیدرا۔ اما بعد

غرض وغایت

اس کتاب کو لکھنے کی غرض وغایت فقیر کو کیوں محسوس ہوئی؟ اس لئے کہ دیدار باری تعالیٰ پر کوئی کتاب علیحدہ تحریر نہیں ہوئی۔ دل میں تمنا پیدا ہوئی کہ دیدار باری تعالیٰ پر علیحدہ کتاب ترتیب دوں جس کو سب مسلمان پڑھ کر اپنے لئے ایک بڑی تسلی اور باعث مسرت سمجھیں۔ دنیا میں کوئی انسان کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو یہ سوچتا ہے کہ میں بلند مرتبے کو پہنچ جاؤں گا لیکن یہ صرف اس کی خواہش ہوتی ہے انسان کا ہر ارادہ پورا نہیں ہوتا۔ لیکن شروع میں یہ سوچتا ہے کہ یا میں امیر بن جاؤ گا یا یہ مقصد پیش نظر ہوتا ہے کہ کوئی حاکم بن جاؤں گا یہ بات مقدر پر منحصر ہے۔ دوسری بات یہ کہ انسان کو اچھے کردار کا صلہ دنیا میں بھی مل جاتا ہے اور آخرت میں بھی ملے گا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات نے اس تمام عالم کو پیدا فرمایا وہ اس تمام عالم موجودات کا موجد ہے۔ دنیا میں کوئی موجد اپنی چیز کو ایجاد کرتا ہے تو وہ اپنے فن کا مظاہر کرتا ہے۔ لوگ اس کے فن کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ اس کے فن کی شہرت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح یہ عالم موجودات بھی کسی موجد کی قدرت کا فن ہے۔ جو اس نے کلمہ ''کن''

سے آنکھ جھپکنے سے بھی پہلے عالم کو ایجاد فرما دیا عالم کے ہر ہر گوشے سے اس کی قدرت کے عجب رنگین نظارے ہیں۔

دنیا کی تمام مخلوقات سے یعنی عالم ارض پر انسان کو تمام مخلوقات سے اشرف چنا۔ ان کو سب سے اعلیٰ نعمت عطا فرمائی وہ عقل ہے۔

عقل کی وجہ سے انسان کو زمین کی تمام مخلوقات سے افضل بنایا۔ انسان کی رشد و ہدایت کے لئے ان ہی میں سے انبیاء علیہم السلام منتخب فرمائے جو انہوں نے انسان کو ذات باری کے قریب کر دیا۔ ان ہی کے ذریعے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوئی کیونکہ جناب واجب تعالیٰ کو اپنی تمام مخلوق سے زیادہ پیار ہے اور سب مخلوق سے انسانوں کو اپنے قرب کے لئے چنا۔

اس قرب کا ذریعہ انبیاء علیہم السلام ہیں۔ جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی پیروی کی وہ معرفت الٰہی کو پا گئے۔ جنہوں نے انبیاء کو چھوڑا وہ گمراہ ہو گئے۔ انسان کی کامیابی کا راستہ صرف انبیاء علیہم السلام کی پیروی ہے۔ جو قرب باری کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حبیب پاک ﷺ کی پیروی عطا فرمائے۔

(آمین)

اس کتاب میں کئی فصول ہوں گی:

فصل اوّل

اس امر کی بیان میں کہ عالم کتنے ہیں۔ علماء مناطقہ نے یہ کہا ہے کہ عالم کی کوئی تعداد نہیں یعنی ایک سیکنڈ یا ایک منٹ کو بھی عالم کہا گیا ہے۔ عالم ایک ظرف آلہ ہے۔

لیکن اکثر بات یہ ہے کہ عالم دو (2) ہیں:

1- عالم دنیا　　　2- عالم عقبیٰ

جنہوں نے یہ کہا ہے کہ عالم کی کوئی حد نہیں۔ سیکنڈ بھی اور منٹ بھی عالم ہے تو میرے نزدیک یہ ہے کہ وہ جتنے لاتعداد عالم ہیں وہ اصل عالم دنیا کی جز ہیں اور اس عالم دنیا کے اندر مخلوق کی تخلیق کا سلسلہ ہے۔ اس میں حیات اور ممات دونوں ہیں۔ ایک دوسرے کے لازم ملزوم ہیں۔

عالم دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ذات نے اپنی تمام مخلوق میں سے انسان کو مکلف بنایا اور ان پر اپنے احکام صادر فرمائے۔ اس دنیا میں اس کے لئے دو راستے مقرر فرمائے۔ خیر اور شر اور ان دونوں کی جزاء اور سزا رکھی اور عالم عقبیٰ کو جزا اور سزا کا عالم بنایا۔ یہ عالم دنیا، عالم عقبیٰ کے تابع ہے اور عالم دنیا میں دو امر ہیں۔ حیات اور ممات عالم عقبیٰ اور عالم دنیا کے درمیان عالم برزخ ہے۔ انسان عالم دنیا میں حیات کا وقت گزار کر عالم برزخ کا مسافر ہوتا ہے اور اس سفر کا اختتام عالم عقبیٰ ہے۔ لیکن عرض کر چکا ہوں کہ اس عالم دنیا میں دو امر ہیں:　　حیات اور ممات

عالم عقبیٰ اور عالم دنیا کے درمیان عالم برزخ ہے اس عالم دنیا میں دو راستے ہیں: خیر اور شر۔

جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کے دامن کو مضبوط پکڑا وہ کامیاب رہے۔

جنہوں نے شر کو اختیار کیا وہ راندۂ درگاہ ہوئے۔ عرض کردوں کہ دنیا میں اگر کوئی مزدوری کرتا ہے تو اس کو اجرت مل جاتی ہے۔ اگر کوئی تھوڑا کام کرتا ہے تو تھوڑی مزدوری۔ زیادہ کام کرتا ہے تو زیادہ مزدوری۔ اگر کوئی کام نہ کرے تو کچھ نہ ملے گا۔

اس دنیا میں اگر کوئی جرم کرے گا تو جرم کی سزا ملے گی۔ جتنا بڑا جرم ہوگا اتنی سزا جتنا تھوڑا جرم ہوگا اتنی سزا۔

لیکن اس میں ایک بات یہ ہے کہ ہر انسان جانتا ہے کہ جرم کی سزا ضرور ملتی ہے لیکن انسان جرم کرتا ہے تو انسان ہی اس کو سزا دیتا ہے۔ حالانکہ اس مجرم کا وہ انسان مالک نہیں ہوتا۔ لیکن اس سزا دینے والے میں یہ صفت ہوتی ہے کہ یا تو وہ حاکم ہوتا ہے یا پھر اس سے طاقت میں زیادہ۔

تو اسی لئے وہ واجب تعالیٰ سارے عالم کا موجد اور مالک حقیقی ہے۔ تو اس نے اپنے بندوں کو اس عالم میں مزدوری پر لگایا ہے اور جس طرح بندہ بندے کی مزدوری دیتا ہے۔ اسی طرح وہ بھی اپنے بندوں کو مزدوری عطا فرمائے گا۔

اسی لئے اس عالم میں ان مزدوروں کی بھی مدت مقرر ہے۔ کسی کی کم اور کسی کی زیادہ اور مزدوری دینے میں بندے اتنی ہی مزدوری دیتے ہیں جتنا وہ کام کرتے ہیں۔ لیکن اس کا وعدہ ہے کہ مزدوری بھی دوں گا اور مزدوری سے زائد بھی۔ اسی طرح جب یہ بات مسلم ہے کہ مجرم کو جرم کی سزا ملتی ہے۔ لیکن اس کو سزا بندے دیتے ہیں۔ جب ایک بندہ بندے کو جرم کی سزا دیتا ہے یا حاکم ہوتا ہے یا طاقت سے زیادہ لیکن وہ ذات مالک بھی ہے اور حاکم بھی۔ اس دنیا میں رہ کر تم جو کچھ کرو تمہیں یہ احساس ہونا چاہئے کہ اس مالک حقیقی کا بھی ایک وقت مقرر ہے جو مزدوروں کو اچھی مزدوری دے گا۔ لیکن اس سے بھی زیادہ۔ لیکن مجرموں کو بھی ان کے جرم کی سزا دے گا۔ اس لئے اس نے اس عالم کو عالم حیات اور عالم برزخ کو درمیان میں فرمایا۔

فصل دوم

(عالم برزخ کے بیان میں)

لغت میں برزخ کسے کہتے ہیں۔قرآن پاک کے بہترین اور عظیم لغت دان امام محمد راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے معنی آڑ کے فرمائے ہیں اور قاموس نے اس کے معنی دیوار کے فرمائے ہیں۔

لغت:

لسان العرب ابن الباری اور صاحب الاقوی نے کتاب اللغات اور فرح یابی نے لغات الاقسام میں اس کے معنی چھپانے کے فرمائے ہیں۔ان تمام معنوں کو یکجا کیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ آڑ کسی چیز سے ہوگی جو پردے کے لئے ظاہر ہوگی۔ تو سب سے مضبوط پردہ دیوار کا ہوتا ہے۔تو جب وہ دیوار کھڑی ہو جائے تو پار والی تمام چیزیں دیوار کے آگے ہے سب کچھ ایک دوسرے سے چھپ جائے گا۔

برزخ:

بعض محققین نے اس کو قبر بھی کہا ہے۔قرآن کریم میں یہ لفظ ایک مرتبہ آیا ہے۔اس کے مد مقابل تین لفظ اور ہیں:

۱۔اجداث ۲۔مرقد ۳۔قبر

1-اجداث:

اس کے معنی امام راغب اصفہانی نے جسم کے ساتھ دوڑنے کے کیے ہیں۔ کچھ لغت دانوں نے اس کے معنی جسم بھی فرمائے ہیں۔ دیکھا جائے تو قبر بھی ایک جسم ہے اور جسموں کو چھپا لیتی ہے۔

2-مرقد:

یہ رقد سے ہے امام راغب اصفہانی اور تمام لغت دانوں نے اس کے معنی بے ہوش ہونے کے کیے ہیں۔ جب نیند آجاتی ہے تو انسان بے ہوش ہو جاتا ہے اور اس دنیا سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔

3-قبر:

اس کے معنی ''کھودے جانے والی مٹی''

یاد رہے کہ یہ اجداث کا لفظ قرآن مجید میں کئی مقامات پر آیا ہے اور مرقد کا لفظ صرف ایک مرتبہ آیا ہے۔

قرآن مجید میں پارہ نمبر 18 سورۃ مومنون رکوع نمبر 6 آیت نمبر 99 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِن وَّرَآئِهِم بَرزَخٌ اِلٰی یَوم یُبعَثُون

(حتی کہ جب ان میں سے کسی کو موت آجاتی ہے وہ کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھے اس دنیا میں واپس بھیج جس دنیا کو میں چھوڑ آیا ہوں اچھے کام کروں ایسا ہرگز نہیں۔ محض اس کی ایک فضول بات ہے۔ جو وہ کہہ رہا ہے۔ اس میں ایک پردہ ہے جو وہ موت کی آڑ ہے۔ دوبارہ قیامت کے دن کے اٹھائے جانے تک)

یادرہے کہ اس آیت میں برزخ کا لفظ ہے۔ جو اس دنیا اور عقبیٰ کے درمیان آڑ ہے۔ یہ آیت کریمہ کفار کے حق میں ہے۔ لیکن مسلمان مجرموں کو بھی موت کے وقت یہ ندامت آتی ہے۔اس آیت کے بارے میں احادیث:

حدیث اوّل:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ قیامت کے منکرین اور اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کے بارے میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کفار کو جب موت آتی ہے تو دو فرشتے اس کی تمام زندگی کے حالات اس کو سناتے ہیں اور وہ اپنے حالات پر ندامت کرتا ہے اور فرشتے اس کو سزا دیتے ہیں اور اُس کی قبر کے حالات اس کو دکھائے جاتے ہیں۔ جب وہ دیکھتا ہے تو اس کو اس وقت رب یاد آتا ہے اور وہ اپنے پروردگار سے آہ وفریاد کرتا ہے کہ مجھے دنیا میں واپس لوٹایا جائے تاکہ میں کوئی فعل تیری نافرمانی کا نہ کروں گا۔ لیکن اس کو اتنی سختی ہوتی ہے کہ اگر دوسرے اس سختی کو دیکھیں تو آئندہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں۔

حدیث دوم:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: موت سے ڈرو ہر سانس لینے پر اور شب وروز اپنے عمل کا محاسبہ کرو۔اس وقت تمہیں یہاں آنے کی مہلت نہ ہوگی۔ آیت مذکورہ بالا تلاوت فرمائی۔

حدیث سوم:

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کو نبی

پاک ﷺ اس آیت کو پڑھ کر یہ فرما رہے تھے کہ: السلام علیکم، پاکیزہ اعمال سے تم جنت میں چلے جانا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر خوشی کے آثار تھے اور فرما رہے تھے کہ میری امت کے وہ عزت والے لوگ جو قرآن سے دوستی کریں گے مکلف ہو کر اور فرشتے ان کو خوشی خوشی سے سلام کہیں گے اور جنت کی خوش خبری دیں گے۔

عالم برزخ پر ایک گہری نظر:

قبر کے اندر کافر، فاسق، اور فاجر کو عذاب ہوتا ہے اور اس طرح دوسرے مجرموں کو بھی تو وہ عذاب کس حالت میں ہوگا معتزلہ کہتے ہیں کہ جبکہ میت کی ہڈیاں بوسیدہ ہو جاتی ہیں تو اس کا ڈھانچہ جب ختم ہو جاتا ہے تو عذاب کس کو۔ عذاب کا تعلق میت سے ہے جب میت ہی نہیں تو عذاب کس کو اکیلے روح کو تو عذاب نہیں ہوتا۔ تو لہٰذا یہ بات بالکل غلط ہے کہ قبر کے اندر عذاب نہیں ہوتا۔

جواب:

معتزلہ نے اپنے دعویٰ میں کوئی آیت پیش نہیں کی اور نہ ہی حدیث پیش کی ہے۔

ہمارا جواب معتزلہ کو یہ ہے کہ عذاب کی دو اقسام ہیں:

عذاب بالعرض اور عذاب بالمس

وہ عذاب ہے جو قبر کے اٹھنے کے بعد حساب کتاب کے بعد جہنم کا ایندھن ہوں گے یہ اصل عذاب ہے اور قبر والا عذاب عارضی ہے جو مثالی ہے جو اصل کی مثل ہے۔

اس کی مثل ایسے جیسے کہ کوئی خواب میں دیکھے کہ کوئی اس کو مار پیٹ رہا ہے یا وہ یہ دیکھ رہا ہے اپنے آپ کو کہ وہ آگ کے گڑھے میں جا گھسا ہے۔ وہ خواب جب

انسان کو موت آتی ہے تو مرنے سے۔ پہلے فرشتے سے حکم ہوتا ہے کہ تم جا کر پہلے اس کے منہ اور پیٹ پر طمانچے لگاؤ اور کہو کہ اے بد بخت تیری دنیا کی زندگی اب ختم ہے اور تجھے جو کچھ کرنا تھا یہاں کر لیا اور تو تمام زندگی یہی منہ اور یہی پیٹھ قرآن سے پھیرتا رہا لیکن وہ اپنے رب سے یہی آہ و فریاد کرتا ہے۔ مجھے اس دنیا میں واپس لوٹا دیجئے لیکن فرشتوں سے حکم ہوتا ہے کہ اس کو زیادہ زدوکوب کرو فرمایا ایسی موت اس کے لئے سخت ہوتی ہے اور وہی اس کو جان رہا ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ:

(پارہ نمبر 26 سورۃ محمد) پس جیسے فرشتے ان کو وفات دے رہے ہوں گے اور ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے جاتے ہوں گے۔ یہی سبب تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کاموں پر الٹ چلے اور ان سے نفرت کا اظہار کیا۔

حدیث شریف میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے کافی لوگ قرآن کی نافرمانی کی وجہ سے ان کی موت ذلت کی موت ہوگی اور فرشتے موت کے وقت ان کا برا حال کریں گے۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کی بھلائی قرآن کی دوستی ہے۔ فرمایا جس نے حلال و حرام اور حدودِ الٰہی پر عمل کیا موت کے وقت فرشتے ان کو سلام کہیں گے۔ یعنی جس نے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا اور حدودِ الٰہی کو پورا کیا۔ موت کے وقت فرشتے ان کو سلام کہیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ:

ان کو جب وفات دے رہے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں میں روتا بھی یا پانی میں غرق ہوتا ہے تب بھی روتا ہے۔ دوسرا آدمی اگر کے ساتھ سویا ہوا ہے تو اس کو کوئی خبر نہیں۔ لیکن اس سے احساسات اس کو محسوس کر رہے ہوتے ہیں جو کچھ وہ دیکھ رہا ہے۔

اسی طرح ایک دوسرا شخص خواب دیکھتا ہے: وہ باغ دیکھتا ہے، مکانات اچھے دیکھتا ہے، اس کو دوست ملتے ہیں وہ اچھی گفتگو کرتا ہے وہ اس سے کوئی تحفے لیتے ہیں تو وہ دیتا ہے۔ تو یہ اس کے احساسات محسوس کر رہے ہوتے ہیں۔ تو عالم قبر کی مثال بھی اسی طرح ہے۔ جس کو ہم قرآن سے ثابت کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ:

اَلنَّارُ يُعرَضُونَ عَلَيهَا غُدُوًّا وَعَشِياً ج

ترجمہ: وہ لوگ صبح شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں۔

1- حدیث شریف میں ہے جسے عبداللہ ابن مسعود، عمار بن یاسر اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ سے صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ کہ قبر کے اندر عذاب کیسے ہوتا ہے۔ فرمایا نیند کے اندر جو دیکھتے ہو، وہ دنیا کے اصل کے مثل ہوتی ہے۔ اسی طرح جہنم بھی مثالی دکھائی جاتی ہے اور جنت بھی مثالی۔ فرمایا ان کو یہ سب کچھ دکھایا جاتا ہے۔

2- حضرت علی اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے یارسول اللہ ﷺ مومن کا حال قبر میں کیسے ہوتا ہے۔ فرمایا: ان کی قبر اور ان کی نیند اعلیٰ ہوتی ہے۔ ان کو جنت میں رکھا جاتا ہے یعنی جس طرح کہ تم خواب دیکھو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ انبیاء کی زندگی قبر میں کیسے ہوتی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم قبر میں دنیا کے سب حالات کو دیکھتے ہیں۔ جیسا زندگی میں۔ کیونکہ ہماری نیند میں آنکھ سوتی ہے اور دل جاگتا ہے اور نیند موت کی بہن ہے فرمایا کہ قبر میں ہمارا دل جاگتا ہے اور آنکھیں نیند کرتی ہیں۔

اس حدیث کو کافی مفسرین نے نقل کیا ہے۔ یعنی ابو العالیہ، اسود بن یذید تابعی، قلیس بن مسلم کوفی صاحب بحر العلوم المعروف ابن جزیج، ابونصر کلبی، امام سفیان ثوری، احکام القرآن تفسیر عبداللہ بن سنان بن ثور ابن وہب فہمی، ابراہیم نخعی، خواجہ حسن بصری، بہار القرآن، تفسیر یحیٰ نحوی سالم، محمد بن مسیطر قطرب، ابن جریر، خزینۃ القرآن، رغائب القرآن، تفسیر سلمیٰ، تفسیر فناری، تفسیر ابن منتزر، تفسیر مخلد اور تفسیر الاوفوی جامع التاویل، فرقان القرآن، تنزیل القرآن، تفسیر الاستغناء، میراں جیو، ان سب حضرات نے ان احادیث کو نقل کیا ہے۔

اس میں ہمیں دو فائدے معلوم ہوتے ہیں کہ عام انسان جب سوتا ہے تو وہ بے ہوش ہو جاتا ہے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کی زندگی کا یہ عالم ہے کہ ان کا دل جاگتا ہے اور آنکھیں سوتی ہیں اور قبر میں بھی یہی عالم ہے کہ انبیاء کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی اور جسم محفوظ رہتا ہے۔ دل جاگتا ہے اور آنکھیں آرام فرما رہی ہوتی ہیں اور مومن کی قبر میں اس کو مثالی زندگی یعنی جنت دکھائی جاتی ہے۔ مثالی طور پر اور وہ مومن عالم خواب اور نیند میں ہے۔ اسی طرح کافر وہ قبر میں صبح شام یعنی ان کو مثالی طور پر جہنم دکھائی جا رہی ہے۔ جیسا یہ کوئی کہے کہ میں برے خواب دیکھ رہا ہوں یاد رہے کہ حیات انبیاء کے بارے میں تفصیلاً "عظمت مصطفیٰ" میں بحث کر چکا ہوں۔

اب یہ جو عرض کیا ہے کہ قبر کی زندگی خواب ہے اس کو قرآن نے مرقد کہا ہے اور قرآن کریم میں ارشاد ہے اس ارشاد سے پہلے ضروری عرض دوں کہ عذاب قبر عارضی اور عذاب جہنم وہ اصل عذاب ہے جو عذاب الس ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ:

(پارہ نمبر 24 سورہ سجدہ رکوع نمبر 3)

ترجمہ: پس اگر یہ رکیں تو بھی جہنم انہیں مس کرے گی۔

اس سے عذاب جہنم کا مس کرنا ثابت ہوا۔ معلوم ہوا کہ دوبارہ زندہ ہونے کے بعد ہے۔ قرآن میں لفظ اجداث آیا ہے۔ پارہ نمبر 29 سورۃ المعارج میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

جس دن وہ قبروں سے نکل کر دوڑتے ہوئے جیسا کہ اعلیٰ ذات کی بارگاہ میں پرستش کے لئے دوڑ رہے ہیں۔ ان کی آنکھیں شرم کے مارے نیچے ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوگی۔ یہ وہی دن واقع ہوا ہے جس کے لئے وہ وعدہ کئے جاتے تھے۔

اس آیت سے بھی مراد اجداث ہے۔ نیز سورۃ یٰسین میں ارشاد ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

نہیں انتظار کرتے مگر ایک چنگھاڑ کی آواز آئے گی وہ ان کو پکڑے گی اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ پس نہ تو وہ کسی کو وصیت کر سکیں گے اور نہ ہی وہ گھر والوں کے پاس جا سکیں گے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت پہلے نفخ صور کے لئے ہے۔ جب سے یہ دنیا فنا ہو جائے گی۔ یعنی یہ آیت خاص اس امر کی نص ہے کہ پہلے صور پھونکا جائے گا۔ پس

اچانک وہ قبروں سے نکل کر اپنے رب کے پاس تیز دوڑتے ہوئے جائیں گے اور کہیں گے کہ ہائے ہماری بدبختی ہمیں نیند سے کس نے اٹھایا۔ یہ وہی رحمٰن کا وعدہ ہے اور رسول سچ کہتے تھے دیکھئے اس آیت میں لفظ مرقد ہے اور مرقد کے معنی نیند کے ہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قبر سے اٹھنے کے بعد یہ محسوس ہوگا کہ قبر میں صرف نصف ساعت ٹھہرا ہوں۔ نیز آیات تلاوت فرمائیں:

ترجمہ:

اس دن اس کیفیت سے ان کو اللہ تعالیٰ جمع کرے گا کہ وہ یہ نہ سمجھیں گے کہ ہم دنیا اور برزخ میں دن کا ایک منٹ رہے ہیں۔

2- گویا کہ وہ اس روز دیکھیں گے کہ اس کو یعنی یہ خیال کریں گے کہ دنیا اور برزخ میں دن کی ایک گھڑی ٹھہرے ہیں۔

3- گویا کہ وہ اس دن دیکھیں گے اس کو یہ خیال کریں گے کہ دنیا اور برزخ میں دن کا آخری حصہ رہے ہیں یا اول حصہ۔

اس بارے میں فرمایا کہ تم یہ نہ سمجھو کہ دنیا کی زندگی اور برزخ کی زندگی صرف ایک سانس کے برابر ہے۔ اصل زندگی آخرت کی ہے۔ جو ابدی اور دائمی ہے۔ تمہاری مرضی تم اس سانس میں اس ابدی زندگی کو چاہے اعلیٰ بنالو یا برباد۔

لیکن دنیا کی زندگی جو تم خواہش کے مطابق کرو گے آخر وہ ختم ہوگی لیکن پچھتاوا ہوگا ابدی زندگی میں جا کر۔ جب ایک دوسرے کو تم پہچانو گے۔

یاد رہے قارئین کرام کہ اس ایک سانس کی زندگی کو بیکار نہ بناؤ جب کہ یہ خواب ہے اس خواب کو اس ابدی زندگی کے لئے بہتر بناؤ۔ وہ وقت آرہا ہے جو یوم الحساب ہے۔

فصل سوم

(حشر ونشر کے بیان)

حَشَرَ . یَحْشَرُ . حَشَرًا اس کے معنی اکٹھا ہونے کے ہیں۔

نَشَرَ . یَنْشُرُ . نشرًا اس کے معنی ہیں کھولنا، ظاہر کرنا، پھیلانا۔

حشر ونشر ایک عام لفظ ہے قرآن کریم میں حشر ونشر کے بارے میں قطعی اور کافی نصوص موجود ہیں۔ بلکہ قرآن پاک کا اکثر حصہ حشر نشر کے بارے میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس زندگی کے بعد انسان کو ہر چیز کو پہلے کی طرح از سر نوع پیدا فرمایا ہے۔ یعنی ایک دفعہ نفخ صور سے تمام زمین و آسمان اور سارا عالم فنا ہو جانے کے بعد دوبارہ نفخ صور سے ہر چیز زندہ ہو جائے گی اور تمام انسان کھڑے ہو جائیں گے قبروں سے نکل کر پھر ایک زوردار آواز ہوگی اس سے تمام انسان ایک جگہ جمع ہو جائیں گے اور قرآن کریم میں ہے ایک منادی دینے والا آواز دے گا تو لوگ اپنے رحمٰن کی طرف پہنچیں گے اور ان کی آوازیں پست ہوں گی اور خوف طاری ہوگا۔ آنکھیں پیلی ہوں گی اور سوائے قدموں کی آواز کے اور کچھ نہ ہوگا یہی وہ وقت ہوگا کہ یہ حساب کا دن ہوگا جو پچاس ہزار برس کا ہوگا۔ لیکن یہ کفار کے لئے اتنی مدت ہوگی۔

حدیث شریف میں ہے کہ مومن کے لئے وہ پچاس ہزار سال چار فرض پڑھنے کے برار ہوگا۔

پل صراط سے گزرنا بھی اسی وقت سے ہوگا نیز سورج کا سوا نیزے پر ہونا بھی اسی وقت ہوگا اور اسی وقت کفار اور مومن کا حساب ہوگا۔ لیکن اس وقت اللہ تعالیٰ کا دیدار کوئی نہ کر سکے گا اور نہ ہی کوئی کلام کر سکے گا۔ ملائکہ اور انسان اللہ کے حضور سب صف بستہ کھڑے ہوں گے۔ کسی کو کلام کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔ جسے وہ خود فرمائے گا وہی بولے گا۔ لیکن یہ بہت سخت وقت ہے۔ یہ بڑا کٹھن اور مشکل مرحلہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ایسی ترازو فرمائے گا کہ کسی کے ساتھ زیادتی نہ ہوگی۔ اس وقت نفسا نفسی کا شور ہوگا۔ ہر ایک کو اپنی جان کی پڑی ہوگی۔ لیکن کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا اور سورج کی گرمی سخت ہوگی اور پیاس بہت سخت ہوگی۔ نیز ایک فرشتہ اس وقت اس کو کہے گا کہ اے انسان! تو اس وقت کیوں غفلت میں رہا۔

اس وقت میں نبی کریم ﷺ کی ذات اپنی امت اور دیگر امتوں کی سفارش فرمائیں گے اور آپ کی امت کی کافی رہائی ہوگی۔ اس کی بحث تفسیر "سراج منیر" پارہ اول میں خوب کر چکا ہوں۔

یعنی تمام مخلوق میں صرف نبی پاک ﷺ کی ذات اپنی امت کے بخشش کے بارے میں سوال کریں گے اپنی ذات کے لئے نہیں۔ باقی نفسا نفسی کا شور ہوگا۔

حساب کتاب کے بعد جنتیوں کو نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں ملیں گے اور خوش ہو کر اپنے گھر والوں کے پاس آئیں گے۔

حدیث شریف میں ہے کہ گھر والوں کو بغل گیر ہو کر ملے گا اور وہ بھی بغل گیر ہو کر ملیں گے۔ اس کے بعد جہنمی جہنم میں داخل ہو جائیں گے اور جنتی جنت میں حدیث شریف میں ہے کہ جنتیوں کو سب سے پہلے مچھلی کا گوشت دیا جائے گا۔ اس کے بعد جنتیوں پر بڑے انعام و اکرام ہوں گے۔

فصل چہارم

(دیدار باری کے بیان میں)

دیدار اور اس کے مقابل لفظ ملاقات ہے۔

دیدار اور ملاقات میں کیا فرق ہے؟ ملاقات صفا سے مشتق ہے اور دیدار بمعنی نظر کے ہے۔ ملاقات اور دیدار میں یہ فرق ہے کہ ملاقات گفتگو سے ہوتی ہے۔ خط کے ذریعے بھی ملاقات ہوسکتی ہے اور پردہ کے ذریعے سے بھی ملاقات ہوسکتی ہے اور کسی بادشاہ کے دربار میں کسی نابینا کو لے جاؤ اس کی ملاقات بادشاہ سے ہوجائے گی لیکن دیدار کس کا نام ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ بمعنی نظر کے ہے۔ جس کے معنی ہیں سر کی آنکھ سے دیکھنا اور اس کا آنکھ سے مشاہدہ کرنا اس کا نام دیدار ہے۔ لیکن قرآن کریم میں لقاء اور مُلقُو کئی بار آیا ہے۔ اس میں مفسرین کے دو گروہ ہو گئے ہیں۔ وہ یہ فرماتے ہیں کہ لفظ مُلقُو سے دیدار ثابت نہیں ہوتا۔ صرف ملاقات ثابت ہوتی ہے۔ لیکن ایک جماعت نے لفظ مُلقُو سے بھی دیدار ثابت کیا ہے۔

وجودِ باری تعالیٰ پر علمی تحقیق:

فقیر نے مکمل بحث پارہ اول سورۃ بقرہ کے رکوع نمبر 3 میں خوب کی ہے۔ مکمل بحث اس سے پڑھیں اب اتنا عرض ضرور ہے کہ اس عالم موجودات کا ایک صانع ضرور ہے۔ وہ ایسا مانع ہے۔ وہ اپنی شان میں یکتا ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے۔

وجودِ باری تعالیٰ بے مثل ہے۔ جوکہ انسان کی عقل اور ادراک میں آنا ناممکن ہے اور لفظ بے مثل اس کے وجود کی ایک ایسی دلیل ہے جو قطعی ہے۔ عالم کائنات کا موجد جناب واجب تعالیٰ ایسا صانع ہے کہ وہ اپنے تمام کمالات خوبیوں میں بے مثل ہے۔ اگر وہ وجود سمجھ میں آیا تو پھر اس کی ہیئت قائم ہو جائے گی۔ اس کے وجود کی دلیل یہ ہے۔

ارشاد ہے: لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو۔ یہ آیت بھی اس کے وجود پر دلیل ہے اور ایک جگہ ارشاد ہے کہ تم مجھ سے ڈرو میرا کہا مانو یہ بھی وجود پر دلیل ہے۔

ارشاد ہے کہ جو تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور جگہ ارشاد ہے کہ پس جہاں تم پھرو گے۔ پس اس جگہ اللہ تعالیٰ کی ذات موجود ہے اور ایک جگہ ارشاد ہے کہ وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں تم ہو۔

یہ آیات تمام اس کے وجود پر دلیل ہیں۔ وہ اسے اپنی ذات پر اظہار فرما رہا ہے کہ میری ذات ایسی ذات ہے کہ میری کوئی مثل نہیں۔ یہ تمام دلائل اس کے وجود پر تھے۔

اب یہ عرض کروں کیا اس دنیا میں بھی کسی کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا بلا حجاب دیدار ہوا ہے؟

تو دنیا میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو معراج کی رات اللہ تعالیٰ کی ذات کا بلا حجاب دیدار ہوا۔

لیکن اس واقعہ پر اختلاف ہے۔ یہ قرآن مجید میں جہاں جہاں معراج کا واقعہ آیا ہے اِنْشَاءَ اللہ فقیر اپنی تفسیر میں خوب بحث کرے گا۔ لیکن اب عرض ہے کہ ملاقات لفظ مُـلْـقُـو سے ہے۔ کفار اور مومن وہ سب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے۔ کیونکہ یہ

مُلقُو میں حکم عام ہے اور یہ مطلق ہے کہ کفار اور مومن سب ملاقات کریں گے۔

اس ملاقات پر سب جمہور مفسرین کا اتفاق ہے کہ ملاقات سب کو ہوگی اور دنیا میں بھی کوہِ طور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو جناب باری تعالیٰ کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور کلامِ باری بھی وہ براہ راست سنتے رہے۔ لیکن اصل میں ان کو حجاب تھا اور دیدار کے بارے میں رب العزت کے حضور میں عرض کیا لیکن جواب نفی میں ہوا۔ بار بار اصرار پر رب العالمین نے ایک تجلی پہاڑ پر ڈالی تو تجلی سے وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا۔ تو جناب کلیم اللہ علیہ السلام بے ہوش رہے۔ معلوم یہ ہوا کہ دیدارِ باری اس دنیا میں سر کی آنکھ سے بہت مشکل ہے۔ لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ''شامی'' میں ہے کہ:

امامِ اعظم فرماتے ہیں کہ خواب کی حالت میں سو مرتبہ قلب کی آنکھ سے دیدار ہوا۔

امام اعظم فرماتے ہیں کہ مجھے کیوں ہوا؟ میں نے ایک مرتبہ جناب باری کے حضور عرض کی کہ مولا میرا کونسا عمل تجھے پسند آیا ہے۔ جس کی وجہ سے تو مجھے دیدار فرماتا ہے۔

فرمان ہوا کہ تو میرے کلام کو زیادہ تلاوت کرتا ہے جس کی وجہ سے میں تجھے اپنا دیدار عطا کر رہا ہوں۔

سوال:

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو اگر ظاہراً نہیں ہوا تو خواب میں کیوں نہ ہوا؟

جواب:

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یعنی تمام انبیاء کرام کو معراج ہوا ہے۔ تو معراج اور خواب میں کافی فرق ہے۔ عرض کر چکا ہوں کہ ملاقات پر سب کا اتفاق ہے کہ کفار حساب کے وقت ذاتِ باری کے روبرو کھڑے ہوں گے لیکن حساب کے وقت کسی کو جرأت نہ ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف نظر کرے کیونکہ ذاتِ باری کی ہیبت سخت طور پر چھائی ہوگی۔

بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ وہ ذاتِ باری کفار سے کلام نہ فرمائے گا۔ نیز انہوں نے اپنے دعوئی میں یہ ارشاد کیا ہے۔ بے شک وہ چھپاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا۔ کتاب میں سے اور اس کو تھوڑے داموں پر بیچتے ہیں اور ایسے لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہ کرے گا اور نہ ہی انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور اس سے وہ اپنا یہ دعویٰ پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کفار سے کلام نہیں فرمائے گا اور ان کے ہاتھ اور اعضاء جب خود ان پر گواہ ہوں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو نہ سن سکیں گے۔ ان پر ہیبت ہوگی اور ترازو کے وزن کے حساب کے بعد ان کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دینے کے بعد ان کو جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں فرمائے گا تو حساب کتاب کیسے ہوگا؟ حساب کتاب تو گفتگو سے ہے۔ جب گفتگو ہی نہ ہوگی تو حساب کتاب ہی نہ ہوگا۔ معتزلہ کو سخت غلطی ہے اور جن مفسرین نے یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ

کفار سے کلام فرمائے گا اور ان پر ذرے ذرے کے سوالات ہوں گے انہوں نے اپنے دعویٰ میں یہ آیت پیش کی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ:

کہ ان کے چہروں کو آگ جھلستی ہوگی۔ ان کے چہرے جہنم میں خراب ہو کر بگھرے ہوں گے۔ کیا دنیا میں میری آیات تم پر تلاوت نہیں کی گئیں تھیں۔ پس تم نے ان کو جھٹلایا نہ تھا۔ یہ مکالمہ براہِ راست ان سے ہو رہا ہے۔ وہ براہِ راست اپنے رب سے ہم کلام ہیں اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار کہ ہم پر گمراہی غالب آگئی تھی ہم گمراہ تھے۔ اے ہمارے پروردگار تو ہمیں دنیا میں دوبارہ بھیج اگر ہم وعدہ پورا نہ کریں تو ہم قصوروار ہوں گے۔

ارشاد ہوگا کہ تم راندہ ہو کر اس میں پڑے رہو اور مجھ سے کلام مت کرو۔

دیکھئے اس آیت میں حق تعالیٰ سے ان کی گفتگو پھر فرمان کہ تم مجھ سے کلام نہ کرو۔ حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کفار کو جب جہنم میں ڈالا جائے گا ان کے چہروں کو جب آگ جلائے گی تو ان کے منہ بگھرے ہوں گے اور کالے ہوں گے تو اسی سال تک رَبُّ الْعَالَمِیْن ان سے کلام نہیں فرمائے گا۔ اسی (80) سال کے بعد ان سے یہی ارشاد ہوگا کہ تم کو قرآن نہیں سنایا گیا تھا اور وہ پھر وہی رب سے آہ و فریاد کریں گے تو ظاہر اس حدیث سے یہ ہوا کہ کفار سے بھی رب تعالیٰ کلام فرمائے گا۔ لیکن وہ حجاب ہیں۔

رہا سوال اس امر کا کہ اوپر والی مذکورہ آیت اس کا کیا جواب ہے۔ اس سے

یہ واضح ہوتا ہے کہ یعنی جب کفار جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو جہنم میں داخل ہونے کے بعد ان سے کلام نہ فرمائے گا۔ کیونکہ اسی آیت میں یہ مذکور ہے کہ ان کے لئے بڑا عذاب ہوگا۔ ظاہر ہے کہ عذاب جہنم میں ہوگا۔ تو کلام بھی جہنم میں نہ ہوگا۔ معتزلہ اس پر سوال کرتے ہیں کہ اس آیت میں یہ ہے کہ نہ کلام کرے گا اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن تو حساب کتاب کا دن بھی قیامت ہے تو معلوم ہوا کہ قیامت کے دن اس کا کلام ان سے نہ ہوگا۔

جواب:

قیامت کے دن کی حد کہاں تک ہے یعنی حسر سے لے کر جہنم اور جنت تک قیامت ہی قیامت ہے تو لہٰذا جہنم میں بھی کفار کے ئے قیامت ہے۔

سوال:

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ جب جہنم میں کفار پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اگر ان سے کلام نہ کرے گا تو سورۃ مومنون والی آیت میں یہ ارشاد ہے کہ تم مجھ سے کلام نہ کرو تو پھر کون سی خبر صادق ہے۔ پہلی یا دوسری۔

جواب:

قرآن کا ہر حرف لاریب ہے۔ وہ ماہیت ریب سے بھی منزہ ہے آیت پہلی کا جواب ہمارے علماء نے یہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار سے نہ نظر شفقت فرمائے گا نہ ان سے اپنی رحمت سے کلام کرے گا۔ پہلی آیت سے یہی امر ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر غضب سے ہوگا اور ان سے مہربانی سے کلام نہ فرمائے گا۔ جیسا کہ ایک باپ

اپنے بیٹے پر سخت ناراض ہے۔ وہ اس سے شفقت نہ فرمائے اور نہ کلام کرے اور بیٹا
باپ سے گفتگو کرے اور باپ غضب سے ہو کر یہ کہے کہ تم مجھ سے دفع ہو جاؤ۔ تو یہ
غضب ہوگا مہربانی نہ ہوگی۔ تو اس آیت سے اللہ تعالیٰ نہ ان کو پاک کر کے جنت میں
داخل کرے گا اور نہ ہی ان سے کوئی مہربانی فرمائے گا۔ یعنی ان سے مہربانی کی گفتگو نہ
ہوگی۔ ان پر عذاب ہی عذاب ہوگا۔

بھلا یہ بتائیں کہ جس کو سزا مل رہی ہوگی تو اسے گفتگو کرنے کا موقع کہاں
سے میسر آئے گا۔ لا حاصل کلام یہ ہوا کہ رب العالمین کفار سے مہربانی سے کلام نہ
فرمائے گا اور غضب سے کلام فرمائے گا جیسا کہ سورت مومنوں والی آیت سے واضح
ہے۔ ان سے غضب کا کلام ہوگا تو یہ ان دونوں آیتوں کی اصل تفسیر تھی ان پر بقیہ بحث
فقیر کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

معتزلہ کا ایک اور سوال:

کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کیسے ہوگا؟ جب کہ ان کے وجود کی کوئی مثل نہیں وہ بے
مثل ہے تو جو بے مثل ہے اگر وہ نظر میں آئے تو اس کی ہیت قائم ہو جائے گی جبکہ وہ
خود فرماتا ہے کہ مجھے کوئی آنکھ نہیں پا سکتی جبکہ میں ہر ایک آنکھ کو پاتا ہوں۔ یعنی اللہ
تعالیٰ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے وہ بڑا ہی باریک بین باخبر ہے۔

نیو معتزلہ نے اس آیت کو اپنے دعویٰ میں پیش کیا ہے کہ اس کو کوئی نگاہ نہیں دیکھ
سکتی۔ اگر کسی کی نگاہ اسے دیکھ لے تو وہ احاطہ میں آجائے گا۔ لیکن وہ کسی کے احاطہ میں نہیں
آسکتا۔ کیونکہ وہ بے مثل ہے اگر احاطہ میں آئے تو اس کی حد قائم ہوگی۔ پھر وہ ذات لامحدود

ہے پھران کوکس کی نگاہ دیکھ سکتی ہے۔ انسان کی نگاہ میں کیسی طاقت کہ وہ اس ذات کو دیکھ سکے۔ لہٰذا یہ آیت اس امر پر شاہد ہے کہ اس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ یہ دلائل معتزلہ کے تھے۔

جواب دلائل عقلی:

دیکھئے وہ ذات موجد کائنات ہے۔ اس نے اپنے عالم کو تخلیق کیا ہے اور پھر اس نے جزا سزا کو قائم کیا ہے۔ جو اس کے فرمانبردار بندے ہیں۔ ان کے لئے انعام ہے اور نافرمانوں کے لئے جہنم ہے اور اگر اس ذات نے جزا سزا قائم نہ کی ہوتی تو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کا کیا مقصد ہے۔ جب یہ مقصد کامل ہے کہ دوبارہ مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے اور جزا سزا ہونی ہے تو بندوں کو انعام ہوتا ہے تو دیدار بھی ایک انعام ہے۔ دیکھئے کہ دنیا میں بادشاہ ہوتے ہیں ان کی رعایا ان کو دیکھنے کا شوق رکھتی ہے۔ وہ بادشاہ اپنے رعایا کو شرف ملاقات بخشتی ہے۔ ان کی رعایا ان کو دیکھنے کی تمنا کرتی ہے۔ رعایا ان کو مل کر ٹھنڈک محسوس کرتی ہے تو وہ بادشاہ حقیقی ہے۔ ان کو دیکھنے میں اس کے بندوں کو کتنی ٹھنڈک محسوس ہوگی۔

ان کے لئے بڑا انعام ہوگا یایوں سمجھئے کہ بادشاہ کی رعایا میں سے کچھ لوگ ان کے تحائف پیش کرتے ہیں۔ وہ بادشاہ خوش ہوتا ہے اور ان کو اپنے قریب بلاتا ہے تو وہ رعایا کا آدمی خوشی خوشی بادشاہ کے قریب ہوتا ہے۔ تو بادشاہ اسے اپنے پاس بلاتا ہے۔ بادشاہ جس پر ناراض ہوتا ہے۔ اسے اپنے دربار میں نہیں آنے دیتا اور اس کو سزا دیتا ہے تو یہی وجہ ہے کہ دنیا میں جو اپنے بادشاہ حقیقی کی خوشنودی پر کام کر کے اسے راضی کرتے ہیں اور یہ اس کے لئے اس کی بارگاہ میں ان کے بندوں کا تحفہ ہے۔ وہ اپنے بندوں کو انعام سے نوازے گا جو بڑا انعام ہے وہ اس کا دیدار ہے۔

دلائل نقلیہ:

جو آیت مذکورہ بالا معتزلہ نے پیش کی تھی وہ آیت اس عالم دنیا کے حق میں ہے۔
یعنی عالم دنیا میں اس ذات کو بلا حجاب کوئی نہیں دیکھ سکتا یہ آیت عالم دنیا کے حق میں ہے۔

یہ جو انہوں نے کہا تھا کہ وہ بے مثل ہے اگر وہ نظر آجائے تو اس کی ہیبت قائم ہو جائے گی تو پھر وہ ذات لامحدود ہے اور وہ غیر متناہی ہے اور بے مثل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ:

کہ اس مقام سے داہنے ہاتھ سے برکت والے اس درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ میں رب العالمین ہوں۔ دیکھئے کہ درخت متعین ہے وہ ذات لامحدود ہے تو اس نے درخت سے آواز دی۔ کیا وہ ذات محدود سے داخل ہو کر محدود ہوگئی۔ نہیں وہ ذات لامحدود ہے۔ اس طرح اس درخت کو شرف بخشا کہ سارا عالم اسی ذات میں پنہاں ہے۔

معتزلہ کا ایک اور سوال:

کہ وہ ذات اس عالم میں غیر مرئی کیوں ہے؟ جب اس نے اپنا دیدار دینا ہے تو وہ پھر ہم سے غیر مرئی کیوں ہے؟

جواب:

وہ ذات اس لئے اس عالم میں غیر مرئی ہے کہ اس کے بندے اس کی فرمانبرداری کریں اور اس کے دیدار کی تڑپ رکھیں۔ جو نافرمان ہیں وہ نافرمانی کرتے ہیں تو اس کو دیکھ کر وہ کیسے نافرمانی کرتے دوسرا یہ کہ پھر ان کو ہیبت ہوتی۔ تیسرا یہ کہ وہ اپنے بندوں سے غیب رہتا ہے۔ اس لئے کہ اس نے جزا اور سزا مقرر کی ہے۔ اگر

اس کو دیکھ کر عبادت کرتے تو دل میں خوف رہتا کہ ہم عبادت صحیح کر رہے ہیں یا کہ غلط۔ وہ غیب رہتا ہے تو اپنے بندوں کے گناہوں کو ڈھانپ لیتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔جس کو کافی مفسرین نے بیان کیا ہے۔

پارہ نمبر **29**: سورۃ قیامت کی ایک آیت کی بحث میں، ابوالعالیہ، اسود بن یزید تابعی، قتادہ بن دعامہ، عطا بن رباح، حضرت عطاء، ابراہیم نخعی، صاحب بحر العلوم، سفیان ثوری، حسن بصری، بحرین مسلم، فرح یابی، سنید اور قطرب اور یحیٰ نحوی ثالب اور ابن جریر، خزینۃ القرآن، تنزیل القرآن الفرقان، نور القرآن، حقائق الاسلام، الرحمٰن، تبیان القرآن، المبین، اسباب النزول احسن البیان اور امام زہری اپنی مسند میں یہ مذکورہ اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اپنی اپنی تفسیروں میں درج کرتے ہیں۔صحابہ رضی اللہ عنہ کے جم غفیر میں رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کو اس عالم میں کہ سر کی آنکھ سے دیکھ لے تو اس کو موت نہ آئے گی۔

فرمایا یہی وجہ ہے کہ قیامت کو جب اہل جنت اللہ کا دیدار کریں گے تو موت پہلے مینڈھے کی شکل میں ذبح ہو چکی ہوگی۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کے بعد نہ موت ہے اور نہ فنا ہے۔اچھے کاموں کا صلہ وہ دیدار الٰہی ہے۔تو ہماری مراد دیدار باری آخرت میں ہے۔اس پر ہم کافی آیات قرآنی اور احادیث کثرت سے ذکر کرتے ہیں۔قرآن کریم میں ہے کہ جنتی جنت میں داخل ہو کر بڑے بڑے انعام حاصل کریں گے اب ہم ان آیات کا ذکر کرتے ہیں جو دیدار باری کے حق میں ہیں:

اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ:

فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡ وَعَمِلُو الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیۡهِمۡ اُجُوۡرَهُمۡ
وَیَزِیۡدُهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ ج

ترجمہ:

پس ہر حال جو ایمان لائے اور عمل نیک کئے پس ان کو پورا پورا
اجر دیں گے اور اپنے فضل سے زیادہ دیں گے۔

حدیث شریف میں ہے۔ عبد اللہ ابن عمر ابن العاص، عمرو بن یحییٰ اور جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان والوں نے جنہوں نے عمل اچھے کئے تو ان کے برابر اچھے عمل کو پورا ثواب ملے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے میرے بندے یہ تیری نیکیاں تھیں اور ان کے برابر میں نے تمہیں پورا اجر دیا ہے اور یہ میں نے اپنے فضل سے تمہیں زیادہ عطا کیا ہے۔ جو زیادتی ہوگی وہ ان کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوگی۔

مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی اور یہودیوں کے اور اہل کتاب کے حالات کو بیان فرمایا کہ ان کو ریشہ دوانیاں اور غلط کردار کی نشان دہی کر کے اور ایمان والوں کی عظمت کو ظاہر فرمایا۔ نیز فرمایا کہ جو اپنے فضل سے زیادتی فرمائے گا وہ اس کا دیدار ہے جو بلا حجاب ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ:

لِیَجۡزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحۡسَنَ مَا عَمِلُوۡا وَیَزِیۡدَهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ ط

ترجمہ:

تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو اچھے اعمال کی جزا جنت میں عطا فرمائے گا

اور اپنے فضل سے زیادہ

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھتے ہوئے فرمایا کہ میری امت کے اور دیگر امت کے نیک لوگوں کی نیکیوں کی جزا جنت ہے۔ فرمایا اچھے اعمال کا بدلہ جنت ہے کہ اس کا وعدہ کہ اچھے اعمال کا بدلہ جنت ہے۔ لیکن اپنے فضل کی زیادتی بے بہا ہے۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ کچھ تو فرمائیں۔ فرمایا کہ یہ فضل کی زیادتی اس کا دیدار بلا حجاب ہوگا۔ یاد رہے کہ معتزلہ کے سوال کا ایک جواب رہ گیا تھا۔

حدیث پاک جو اوپر بیان ہوئی ہے کہ عالم دنیا میں اگر کوئی اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیتا تو اس کو موت واقع نہ ہوتی۔ اس حدیث کی تائید قرآن سے بھی ملتی ہے۔

جب شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام و حوا سے کہا کہ پتہ ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے اس درخت سے کھانا کیوں ممنوع کیا ہے۔ اگر تم کھا لیتے تو ہمیشہ زندہ رہتے۔ ایک بات تو یہ کہ جنت میں رہنے والے کو موت نہیں آسکتی۔

جب جنت میں رہنے والے کو موت نہیں آسکتی تو اللہ تعالیٰ کے دیدار کرنے والے کو موت کیسے؟ حالانکہ اس کی بنائی ہوئی جنت کا یہ عالم ہے کہ اس میں زندگی ابدی ہے تو ذات کو دیکھنے پر کیسے موت آسکتی ہے؟ ایک بات اور بھی ذکر کرنا مقصود ہے کہ حساب کتاب کے وقت اس وقت ذاتِ باری تعالیٰ ظاہر ہوگا اور اس کی جلوہ نمائی ظاہر ہوگی۔

خود اس کا ارشاد ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ:

ایسا ہر گز نہیں جب زمین ٹکڑے ٹکڑے کر دی جائے گی اور آپ کا پروردگار فرشتوں کی جھرمٹ میں جلوہ گر ہوگا۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب یہ زمین فنا ہو جائے گی اور دوبارہ از سر نوع پیدا کی جائے گی خلقت کے دوبارہ زندہ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ فرشتوں کی جماعت میں ظاہر ہوگا۔ بے بہا فرشتے صف در صف ان کی حمد کرتے ہوں گے۔ وہ اس وقت اپنی تمام مخلوق کے ساتھ مخلوق کا حساب فرمائے گا۔ فرمایا یہ وقت بڑا خوف ناک ہوگا اور تمام کفار اور مومن اس کو اپنا حساب دے رہے ہوں گے۔

آپ نے دعا کی کہ اے میرے اللہ میری امت کے حساب میں مہربانی کے ساتھ عفوو در گزر فرمانا۔ اس حدیث سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت غضب میں ہوگا کیونکہ حساب کتاب تو اس نے خود فرمانا ہے۔ لیکن کافر اس وقت حجاب میں ہوں گے۔ اس کو آئندہ اوراق میں بیان کروں گا۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ:

پارہ نمبر 22 سورہ فاطر، آخری رکوع۔

ترجمہ:

بے شک جو کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں عمل کے ساتھ اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور خرچ کرتے ہیں جو کچھ ہم

نے ان کو دیا ہے اعلانیہ اور در پردہ اور ایسی تجارت کی امید کرتے
ہیں جو ہرگز ختم نہ ہوگی ان کو ان کا پورا پورا اجر دیا جائے گا اور اپنے
فضل سے ان کو زیادہ بھی۔ یقیناً وہ بخشنے والا قدردان ہے۔

اس آیت کی بہت لمبی تفسیر ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ کے اجتماع میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے کلام کی تلاوت کرنا اور قرآن کے حکم کے مطابق نماز زکوۃ اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔ یہ میری امت اللہ کی ذات سے تجارت کر رہی ہے۔ فرمایا یہ بڑی تجارت ہے کہ چھپا کر اور ظاہری خرچ کرنا اللہ کو پسند ہے۔

فرمایا: اس تجارت کا بے بہا نفع ملے گا جو ختم نہ ہوگا۔ مزید فرمایا کہ یہ تو ان کی تجارت کا نفع ہے۔ جو ختم نہ ہوگا۔ فرمایا: فضل جو ہے وہ تجارت سے زیادہ ہے۔

فرمایا: سن رکھو، فرمایا اس حکم میں نیکیوں کا اجر وہ ملے گا جو ختم نہ ہوگا۔

فرمایا: گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور فضل کی زیادتی وہ یہ ہے۔ اس کا دیدار بلا حجاب۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم میں سے زکوۃ دینے کی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی طاقت نہ ہو تو پھر۔

نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ پھر بھی تم بے بہا تجارت کر سکتے ہو۔ جو ختم نہ ہو۔ اللہ کے کلام کی تلاوت کر دیا اسے سنو، نماز قائم کرو، فرمایا قرآن کے ایک ایک حرف کے بدلے سات سو (700) نیکی ہے۔

فرمایا کہ قرآن کے حروف کو دیکھنا یوں سمجھو کہ تم باری تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔

قرآن کی تلاوت کی برکت سے تم جنت میں تم اللہ تعالیٰ کا بلاحجاب دیدار کروگے۔ اس حدیث کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی روایت کیا ہے۔

مذکورہ بالا آیت کے تحت یہی حدیث جن جن اصحاب نے نقل کی ہے وہ درج ذیل ہے۔ صاحب بحر العلوم، عطاء، سفیان ثوری، ابن وہب، فہمی اور حسن بصری ابی ابن کعب، معائب القرآن، خزینۃ القرآن، تفسیر مخلد، تفسیر جامع التاویل، ابن مرودی، امام ابولیث، تفسیر ابن منذر، ابن جریر، قطرب، تفسیر جوینی اور تفسیر الافوی، تفسیر علائی، تفسیر ابن فوزق، تفسیر تنزیل القرآن، تفسیر الفرقان، نور القرآن، حقائق الاسلام، اسباب النزول، الرحمن، البینات، تبیان المہیمن، احسن البیان، حکمت القرآن، فضائل القرآن، الجواہر، البرہان، الفتح مبین، خلاصۃ التفاسیر، ذکر مبین، خصائص القرآن، الفوائد۔

الاستغناء، انوار التنزیل، محمد عبداللہ خیر آبادی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دیکھئے اس حدیث سے بھی کتنے مفسرین نے صراحتاً ثابت کیا ہے۔ اس سے دو فائدے ہوئے، دیدار باری بلاحجاب دوسرا یہ کہ قرآن کے ہر حرف پڑھنے پر سات سو نیکی۔

ارشادِ باری تعالیٰ:

پارہ نمبر 25 سورۂ شوریٰ: اور ان کی عبادت قبول فرماتا ہے۔ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور اپنے فضل سے ان کو زیادہ عطا کرتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہی آیت تلاوت فرمارہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اس آیت کے بارے میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کی عبادت کو قبول کرنے کا وعدہ فرمادیا ہے اور اپنا بے بہا فضل بھی میری امت پر انعام

فرمائے گا اور اس کا دیدار ہے جو بلا حجاب ہوگا۔ دیکھئے قرآن کریم میں وَيُوَفِّيهِمْ اُجُوْرَهُمْ یہ فرما کر وَيَزِيْدُهُمْ مِنْ فَضْلِه فرمایا۔ لیکن وَيَزِيْدُهُمْ مِنْ فَضْلِه قرآن میں چار مرتبہ آیا ہے۔ لیکن وعدے پر وعدہ پختہ۔ یہ اس کا کتنا عظیم احسان ہے کہ اس لفظ کو بار بار تکرار فرمایا اب دوسری آیات پیش کرتے ہیں۔ جو ان چار آیات کی تفسیر ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ o وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ o

ترجمہ:

جن لوگوں نے ایک نیکی کی ہے ان کے لئے دس گنا ہے اور دس گنا برابر سات سو ہے اور حسنیٰ سے جنت کا وعدہ اور وَزِيَادَةٌ سے اللہ کے روبرو ہونا۔ اس آیت سے جمہور مفسرین کا اتفاق ہے کہ لفظ وَزِيَادَةٌ سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار بلا حجاب ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ جب ان کو بے بہا انعامات سے نوازا جائے گا وہ خوش ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آؤ میں تم سے اپنا وعدہ پورا کروں لوگ کہیں گے کہ مولا وعدہ تو پورا ہو گیا۔ وہ کون سا وعدہ ہے جو باقی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس وقت اپنا حجاب ہٹا دے گا اور اپنے بندوں کو بلا حجاب دیدار فرمائے گا۔

حدیث دوم:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ و حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی کا اعلان نبوت کے بعد یعنی جب سے روزے فرض ہوئے۔ ٦۔ ہجری کے رمضان کو جمعۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیا اور اسی آیت کی تفسیر فرمائی۔

فرمایا ایک نیکی دس گنا ہے اور اس سے بڑھ کر سات سو ہے۔ فرمایا رمضان میں ایک نیکی کرو تو سمندر کے ذرات سے بھی زیادہ ثواب ملتا ہے۔ فرمایا کہ تم جتنی نیکی کرو گے اس کے بدلے جنت اور وَ ذِیَادَۃٌ کو پڑھتے ہوئے فرمایا کہ بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا بلا حجاب دیدار ہو گا کوئی پردہ نہ ہو گا آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک بلند کیا فرمایا جس طرح تم میرے دستِ مبارک کو دیکھ رہے ہو۔ اسی طرح تم جنت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کھڑا ہوا۔ مجمع بہت تھا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا حجاب پھر کبھی ہٹ بھی جائے گا؟

نبی اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جیسا تم چاہو گے اگر یہ چاہو کہ کبھی منقطع نہ ہو تو مومن کے لئے کبھی منقطع نہ ہو گا اور دیدار الٰہی کے ہوتے ہوئے کسی اور لطف کی ضرورت نہ ہو گی۔

فرمایا اگر تمہاری خواہش ہو گی کہ منقطع نہ ہو تو منقطع نہ ہو گا کیونکہ میرا رب بڑا کریم ہے۔ پھر وہ بلا حجاب رہے گا۔ جس کی مرضی چاہے وہ جتنا دیدار کرتا رہے اور جس کی مرضی چاہے وہ اور انعام حاصل کرتا رہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ ہم کس عمل سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کر سکتے ہیں؟ فرمایا تم اللہ کے کلام کی کثرت سے تلاوت کیا کرو۔ قرآن سے دوستی لگاؤ۔ قیامت کے دن جنت میں قرآن کی برکت سے تمہیں اللہ تعالیٰ کا بلا حجاب دیدار ہوگا۔ صاحب بحر العلوم، ابی بن کعب، قیس بن مسلم کوفی المعروف ابن جزیح قتادہ بن دعامہ، ابن وہب فہمی، احکام القرآن، سعید، خزینۃ القرآن، یحییٰ ثعلب نحوی، بہار القرآن، امثال القرآن، جامع التاویل حلائی، ابن مردوی، تفسیر فوزق، تفسیر ابی حمزہ اور بہار القرآن، تنزیل القرآن، الفرقان، نور القرآن، حقائق الاسلام، الرحمٰن، البینٰت، موعظۃ القرآن، تبیان، المہیمن، احسن البیان، فضائل القرآن، اسباب النزول، حکمت القرآن، البرہان الجواہر، فتح المبین، خلاصۃ التفاسیر، ذکر مبین، خصائص القرآن، الفوائد، الاستغناء، انوار التنزیل، محمد عبداللہ خیر آبادی، تفسیر مخلد، ابن منذر، تفسیر فناری، تفسیر ابی محشر اور کافی مفسرین نے اسے نقل کیا ہے۔

امام فخر الدین رازی نے ''کبیر'' میں اس آیت کے تحت فرمایا کہ اَحۡسَنُ الۡحُسۡنٰی اس کا وعدہ جنت ہے اور جب جنت میں انسان داخل ہوا تو وہ جنت اس کا گھر ہے۔

عقل اس بات کو مانتی ہے کہ مزدور کو مزدوری ملنی چاہیے تو آیت کے تقاضے میں اس کی ایک نیکی سات سو کے برابر ہے تو اس کے ذریعے وہ جنت کا وارث بنا تو جنت میں جو بے بہا خزانے ہیں وہ مومنوں کے لیے ہیں اور مومن جنت کا وارث ہے۔ جب وارث ہے تو سورۃ مومن کے اندر ارشاد ہے پس جو شخص نیک عمل کرتا ہے

مرد ہو یا عورت، حالانکہ مومن ہو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ وہ اس میں بے حساب رزق دیئے جائیں گے۔ جب رزق بے حساب کا وعدہ الگ ہے اس میں رزق کے لئے حکم عام ہے اور وہ جنت اس کی میراث ہے تو جنت میں جو کچھ ہے وہ مومن کا ہے اور وَ زِیَادَۃٌ یہ رزق اور انعام اور جنت سے الگ وعدہ ہے جو اس سے مراد دیدار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندے! میں نے تجھے دنیا میں بھیجا تو نے میری خوش خبری پر کام کئے اور میرے حکم کی فرمانبرداری کرتا رہا۔ تجھ سے غلطیاں بھی ہوئیں لیکن میں غَفُوْرُ الرَّحِیْم ہوں۔ میرا کرم تیرے گناہوں پر غالب ہے۔ اب تیری غلطیوں کو معاف کرتا ہوں اور تیری نیکیوں کی تجھے مزدوری دیتا ہوں۔ وہ مزدوری یہ ہے کہ تیرے لئے جنت اور جنت میں جو کچھ ہے وہ تیرا ہے۔

اب تجھ پر اپنا فضل کرتا ہوں جو سب سے میرا عظیم کرم ہے تجھے اپنا دیدار بلا حجاب عطا فرماتا ہوں۔ دیکھئے امام فخر الدین رازی نے کیسے عجیب و غریب انداز سے دیدار باری پر اپنا فیصلہ صادر فرمایا ہے۔

اب فقیر یہ عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مومنوں پر بڑا کرم ہے کہ ان کے قصور معاف فرماتا ہے اور ان کی ایک نیکی کو کئی گناہ بڑھاتا ہے۔ نیز یہ ارشاد فرماتا ہے:

لَهُمْ فِيْهَا مَايَشَآؤُنَ ط (پارہ نمبر 14 سورۃ النحل)

ترجمہ:

جنت ہمیشہ کا گھر ہے اور اس میں باغات ہیں وہ داخل ہوں گے
ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور ان کے لئے اس میں جو
چاہیں گے یہ پرہیزگاروں کے لئے جزا ہے۔

دیکھئے اس آیت کے اندر لَھُمْ فِیْھَا مَایَشَآؤُنَ ہے۔اس میں ماعموم ہے اور مطلق ہے یشاؤن ، شاء سے مشتق ہے۔ ماضی شاء یشاءُ۔

تمام لغت دانوں نے اس کے معنی چاہت کیا ہے۔ خواہش بھی کیا ہے۔ جو دل میں خواہش ہوتو مَـآ اس پر داخل ہوکر پہلے اس امر کا نتیجہ ظاہر ہو رہا ہے کہ جنت ہمیشہ کا گھر ہے۔ وہاں ابدالآباد زندگی ہے۔ پھر اس میں جو کچھ ہے وہ سب اہل جنت کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کی زمین اور جو کچھ جنت میں خزانے ہیں وہ سب کے سب ان کی ملکیت قرار دیئے گئے اور اختیار دے دیا گیا اور فرمایا کہ یہ جنت میں نے تمہارے لئے بنائی ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب تمہارا ہے اور تمہیں اختیار دے دیا گیا ہے جو چاہو لے لو۔ نیز اسی قسم کا ارشاد اور واقع ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ:

لَھُمْ فِیْھَا مَایَشَآؤُنَ خٰلِدِیْنَ ط کَانَ عَلٰی رَبِّکَ وَعْدًا مَسْؤُلًا ٥

ترجمہ:

(ان کے لئے جو چاہیں گے ہمیشہ رہیں گے۔ اے حبیب پاک ﷺ یہ وعدہ آپ ﷺ کے رب کے ذمہ ہے۔ جو ایک کتاب ہے)

دیکھئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ جنت میں جو ہے وہ تمہارا ہے۔ جو چاہو گے وہ تمہارے لئے حاضر ہوگا۔ یہ وعدہ میرا ہے اور میں نے اس کو پورا کرنا ہے۔

ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ جنت میں مومن کی مرضی جو چاہے وہ لے۔ جنت اس کی ملکیت ہے۔ اسی امر کا تیسرا وعدہ۔

ارشاد باری تعالیٰ:

لَهُمْ مَايَشَآؤُنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط ذٰلِكَ جَزَآؤُ الْمُحْسِنِيْنَ ٥

(پارہ نمبر 24 سورۃ الزمر)

ترجمہ:

ان کے لئے جو چاہیں گے ان کے پروردگر کے پاس لامحدود موجود ہے۔ یہ صلہ نیکی کرنے والوں کے لئے ہے۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے ساتھ اس وعدے کو پھر دہرا رہا ہے کہ میرے بندے میری بارگاہ میں آ۔ تیرے لئے میری بارگاہ میں بے بہا موجود ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا تیسرا وعدہ ہے۔ یہ تمام تینوں وعدے اہل جنت کے حق میں نصوص قطعی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ:

ایک اور نص اہل جنت کے حق میں۔ (پارہ نمبر 24 سجدہ)

فرشتے کہیں گے کہ ہم تمہارے دوست تھے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے اور تمہارے لئے جو تم چاہو گے وہ موجود ہے اور جو تم مانگو گے وہ موجود ہے۔

تفسیر ابو العالیہ میں ہے اور اسود بن یزید تابعی وغیرہ مفسرین اس حدیث کو درج کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہل جنت مومنوں کی میراث ہے اس میں جو چاہیں گے ملے گا اور جو طلب کریں گے وہ ملے گا۔

مفسرین نے اس حدیث سے یہ اخذ کیا ہے کہ ان کی خواہش جو ہوگی وہ ان کے لئے حاضر ہوگا۔ جو طلب کریں گے وہ ملے گا۔ چاہے اضطراری ہو یا اختیاری ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ:

جو اہل جنت کے لئے نص ہے۔ (پارہ نمبر 25 سورۃ زخرف)

ان کے پاس سونے کی رکابیاں اور بہترین گلاس یعنی غلام لائیں گے اور جس چیز کو جی چاہے گا وہ ملے گی۔ جن سے آنکھوں کو ٹھنڈک ہوگی اور تم یہاں ہمیشہ رہو گے۔

اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ دنیا میں انسان بہترین گھر تلاش کرتا ہے اور پسند کرتا ہے اس میں مکان، لباس، برتن اور بیوی اور ضروریات کی چیزیں محسوس کرتا ہے۔ جس سے اس کو راحت ہوتی ہے۔

لیکن یہ ضروری نہیں کہ یہ تمام چیزیں ان کی پسند کی ملیں جس سے ان کی خواہش پوری ہو۔ کسی کو مکان اچھا ملتا ہے تو برتن اچھے نہیں ملتے یا یہ سب چیزیں ملتی ہیں تو بیوی اچھی نہیں ملتی۔ اگر بیوی اچھی مل جائے تو یہ ساری چیزیں اچھی نہیں ملتیں دنیا میں اس کی خواہش باقی رہتی ہے۔ دنیا میں صرف چند آدمی ہوں گے جن کی تمام خواہشات پوری ہوں۔ لیکن ایسا ممکن نہیں۔ اگر کوئی دولت مند ہے تو وہ یہ کہے گا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ ان کی حسرت پوری نہیں ہوتی۔

لیکن جنت میں اہل جنت کی ہر خواہش ان کی مرضی کے مطابق ہوگی اور جس سے اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچے گی جو طلب کرے گا وہ حاضر ہوگا۔ بیویاں مرضی کے مطابق، کھانا مرضی کے مطابق، مکان مرضی کے مطابق، لباس مرضی کے مطابق یعنی دل میں جو بھی خواہش لائے گا وہ فوراً پوری ہوگی۔

ارشاد باری تعالیٰ:

جواہل جنت کے لئے نص ہے۔ (پارہ نمبر 25 سورۃ شوریٰ)

ترجمہ:

وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ جنت کے باغات میں ہوں گے۔ ان کے لئے جو چاہیں اپنے رب کے ہاں ان کے لئے موجود ہوگا۔ یہ وہ بڑا فضل ہے۔

یاد رہے کہ ساتواں وعدہ ہے۔ اس میں بھی حکم عام ہے۔ ان کو اختیار ہے ان کی نیکیوں کے سبب جو وہ خواہش کریں گے وہ ان کے لئے موجود ہوگا۔ یہ اللہ کا بڑا فضل ہے۔ اس آیت میں رب العالمین نے ساتھ فضل کا ذکر فرمایا۔

ارشاد باری تعالیٰ:

جواہل جنت کے لئے نص ہے۔

مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبٍ ۝ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِکَ یَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ فِیْهَا وَلَدَیْنَا مَزِیْدٌ ۝

ترجمہ:

جو شخص رحمٰن سے بے دیکھے ڈرے اور دل کو رجوع میں لائے۔ جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔ ان کے لئے بہشت میں جو چاہیں گے وہ ملے گا۔ وہ انہی کا ہے اور ہمارے ہاں مزید۔

جاننا چاہئے کہ اس آیت کی بہت لمبی تفسیر ہے۔ لیکن ماقبل والی آیت میں جہنم کا حال ہے۔

ابو العالیہ، اسود بن یذید تابعی، حضرت عکرمہ و امام باقر و ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنی اپنی تفسیروں میں یہ حدیث درج کرتے ہیں۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جہنم کو بھر دے گا۔ جب جہنم کو بھرے گا تو وہ کہے گی کہ مجھے اور چاہئے۔ یہاں تک کہ تمام کفار اور مشرکین اور فاسق تمام جہنم میں داخل ہو جائیں گے پھر ان سے پوچھا جائے گا۔ وہ کہے گی اور چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھے گا تو کہے گی اب بس۔ لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب کفار مشکین اور فاسق تمام جہنم میں داخل ہو جائیں گے۔ ان اصحاب سے اور حدیث ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم جب بھر دی جائے گی تو کہا جائے گا کہ یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں دوبارہ موت نہیں آئے گی۔ انشاء اللہ اس آیت کی باری باری آنے پر تفسیر میں خوب بحث ہوگی۔

جو شخص اللہ تعالیٰ سے بے دیکھے ڈرے اس کی حقیقت یہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ڈرنے والا ایسا شخص جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے یا بندوں میں بیٹھ کر بھی اس کے دل کے اندر خوف ہو۔ ہر سانس اللہ تعالیٰ کے ڈر سے نکلے اور ہر وقت توبہ کرتا رہے۔ ایسے اشخاص جب جنت میں داخل ہوں گے تو فرشتے ان کو سلام کہیں گے اور یہ کہیں گے کہ دنیا میں تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے۔ اس کا صلہ یہ ہے کہ تم آج جنت میں داخل ہو جاؤ۔ یہ ہمیشگی کا دن ہے۔ اس میں نہ موت آئے گی نہ تم یہاں سے نکالے جاؤ گے اور تم جو چاہو گے وہ تمہارے لئے ہوگا اور مزید کا وعدہ بھی ہے۔

ابو العالیہ، اسود بن یزید تابعی، قیس بن مسلم کوفی، صاحب بحر العلوم المعروف، ابن جزیح، ابن وہب فہمی نخعی اور سعید اور ابونصر کلبی، خزینۃ القرآن، تنزیل القرآن ان تمام اصحاب نے حدیث درج کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن میری پہچان کرائے گا۔ میں سر سجدے میں رکھوں گا اور اس کی حمد بیان کروں گا۔ حکم ہوگا کہ تم اپنی امت کی سفارش کرو۔ تو میں اپنی امت کی سفارش کروں گا۔ نیز ان ہی اصحاب سے حدیث ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ادنیٰ درجے کا گناہ گار بھی جب جنت میں داخل ہوگا تو وہ اسی (80) سال تک اپنے ملک کی ملکیت دیکھتا رہے گا۔ جہاں ان کی حدِ نظر ہوگی ان کے مکانات اور ان کی بیویاں ہوں گی ان ہی اصحاب سے روایت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جم غفیر صحابہ رضی اللہ عنہ میں فرمایا کہ جہنم کے بعد جب جنت کو لایا جائے گا تو میری امت کے لئے جب میری سفارش ہوگی تو میری امت پل صراط سے تیزی سے گزر جائے گی۔ براق سے تیز اور تیر سے بھی تیز اور ایسا شخص گھٹنوں سے بھی یعنی گھٹنوں کے بل بھی اس سے گزر جائے گا۔

نیز ان ہی اصحاب سے اور حدیث:

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کے جم غفیر میں فرمایا کہ جنت کو اللہ تعالیٰ بھر دے گا۔ سوئی کے سوراخ جتنی جگہ بھی نہ رہے گی۔ اگر اس مخلوق سے بھرگی۔ زیادہ بچی تو نئی مخلوق پیدا فرما دے گا۔ ان ہی اصحاب سے روایت ہے۔ جم غفیر صحابہ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت مومنوں کی میراث ہے وہ ابدی ہے اس میں جو رہے گا وہ بھی ابدالآباد۔ جنت میں جو کچھ ہے وہ سب جنتیوں کا ہے۔

فرمایا: حور، قصور، نہاں، باغات، پرندوں کا گوشت جو چاہیں گے اس سے لطف اندوز ہوں گے وہ سب کچھ انہی کا ہے۔ انہی اصحاب سے ایک اور روایت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنتی جنت میں جو چاہیں گے وہ سب کچھ ان ہی کے لئے ہوگا۔ فرمایا جو یہ چاہے گا کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہو تو اسی وقت حمل ہو جائے گا اور اسی وقت لڑکا پیدا ہو جائے گا۔ نیز ان اصحاب اور کافی مفسرین نے یہ نقل کیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جم غفیر صحابہ کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اس آیت کو تلاوت فرماتے ہوئے فرمایا: لَهُمْ مَّا يَشَاءُوْنَ سے مراد جنت کے انعامات ہیں جو لامحدود جنت میں ہے۔ یعنی لامحدود خزانے۔ وہ سب جنتیوں کے لئے ہیں۔ طرح طرح کے لطف اٹھائیں گے۔ صحابہ نے مزید کے بارے میں پوچھا کہ مزید سے کیا مراد ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کا دیدار، نیز فرمایا کہ دیکھو کہ جنت کے خزانے تو لَهُمْ مَّا يَشَاءُوْنَ میں ہیں۔ یہ وعدہ عام ہے اس سے مراد جنت کے انعامات ہیں اور مزید سے وعدہ اس کے دیدار کا ہے۔ نیز ان ہی اصحاب اور کافی مفسرین اور مسلم شریف میں یہ حدیث ہے۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنتی جب جنت میں پہنچ جائیں گے ان کو حور و قصور مل جائیں گے وہ انعامات سے نوازے جائیں گے وہ لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ اے اہل جنت اللہ تعالیٰ ایک اور وعدہ پورا کرنا چاہتا ہے وہ کہیں گے وہ کیا وعدہ ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے چہروں کو سفید کیا ہمیں ان انعامات سے نوازا جن کو ہم نے چاہا تو یکا یک اللہ تعالیٰ اپنا حجاب اٹھا دے گا۔ یہ حدیث مسلم شریف میں ہے۔

حدیث پاک:

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دن جبریل علیہ السلام سبز لباس پہنے ہوئے آیا۔اس کے ہاتھ میں ایک ٹکڑا تھا۔سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔فرمایا یہ یوم الجمعہ ہے۔اس کا نام یوم المزتد ہے یہ بڑا برکت والا دن ہے۔ اس میں ایک ساعت ہے وہ تمہاری امت کے لئے ہے جو مانگیں گے دیا جائے گا۔

اس کا نام یوم المزید کیوں ہے؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر جمعہ کو اللہ کا دیدار بلا حجاب اور بلا جہت ہوگا۔

مزید مذکورہ اصحاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زندگی مبارک کے آخری رمضان سارا مہینہ دیدار باری کے بارے میں فرماتے رہے۔صحابہ روزانہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے اور رسول اللہ ﷺ مختلف آیات کو تلاوت فرما کر فرماتے کہ جنت یقینی ہے۔قطعی ہے۔اگرچہ وہ دور ہے۔اسے قریب سمجھو، دور والی چیز قریب ہوتی ہے۔نیز صحابہ پوچھتے یا رسول اللہ ﷺ ہمیں کون سے عمل سے زیادہ دیدارِ الٰہی ہوگا۔

فرمایا تمہاری نیکیوں کا صلہ جنت ہے جو تم چاہو گے وہ تمہارے لئے ہوگا۔ لیکن مزید نعمت اللہ کا دیدار ہے۔جو محض اس کا فضل ہوگا۔جو نیکیوں سے علاوہ ہے۔ فرمایا قرآن زیادہ تلاوت کیا کرو۔اس کے ایک حرف کی نیکی سات سو سے بڑھ جاتی ہے اور اس لفظ مزید سے دیدارِ الٰہی فرمایا اکثر مفسرین نے مزید سے مراد دیدار فرمایا۔

دیکھئے کہ انعامات اور جنت نیکیوں کا صلہ ہے ان میں جو چاہیں گے ملے گا۔

حدیث پاک:

اس کی ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ابن کثیر نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کہ دیکھو جنت میں تمہارے لئے آٹھ آیات ہیں جن میں وعدہ ہے کہ جو چاہو گے جنت میں وہ سب تمہارا ہے۔ فرمایا کہ اگر کوئی خواہش کرتا ہے کہ اے میرے رب مجھے تمہارا دیدار چاہئے اگر اللہ تعالیٰ ان کو اپنا دیدار نہ عطا فرمائے تو یہ وعدہ کہ تم جو چاہو گے ملے گا۔ یہ تو پھر پورا نہ ہوا۔

فرمایا کوئی قید نہیں۔ جو چاہو گے ملے گا۔ اگر دیدار چاہو گے تو ہر وقت دیدار ملے گا۔ فرمایا میرا رب کریم ہے۔ وہ اپنے وعدوں کو پورا فرماتا ہے۔ فرمایا اس کا دیدار بلا حجاب بلا جہت یقیناً جنتیوں کو ہوگا۔

فرمایا دیدار کے بارے میں قرآن میں سورۃ قیامت میں قطعی حکم موجود ہے۔ دیدار کے بارے میں مذکورہ احادیث متواتر ہیں گویا کہ اس آیت کی تفسیر ہیں۔

حدیث پاک:

اس کی ابن عمر رضی اللہ عنہ کرتے ہیں کہ ابن کثیر نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنتی جب لطف اندوز ہو رہے ہوں گے تو ایک حور ان کے کاندھے پر آ بیٹھے گی تو وہ دیکھے گا کہ اس کے وجود سے ساری جنت چمک رہی ہوگی۔ وہ نیچے دیکھے گا تو ساری زمین چمک جائے گی وہ پوچھے گا کہ تو کون ہے وہ کہے گی کہ میں حور ہوں تیری بیوی، میرا نام مزید ہے۔ میں اللہ کی نعمت ہوں لیکن یاد رہے کہ یہ نعمت لَهُمْ مَا يَشَاؤُنَ میں ہے۔ یہ مزید نعمت احادیث تواتر سے یعنی نعمت دیدار مراد ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ:

وُجُوہٌ یومئذٍ ناضرۃٌ ○ الی ربّھا ناظرۃٌ ○

ترجمہ:

بہت سارے منہ رونق دار ہوں گے وہ اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔

جاننا چاہئے کہ یہ آیت کریمہ دیدار بلاحجاب، بلاجہت کے بارے میں قطعی نص ہے۔ ترکیب نحوی کے مطابق بھی اس سے دیدار ثابت ہوتا ہے۔

احادیث:

حضرت امام محمد باقر صاحب بحر العلوم، ابوالعالیہ، اسود بن یزید تابعی، قیس بن مسلم کوفی ابی بن کعب، طاؤس، محمد بن کعب قرظعی، ابراہیم نخعی، خواجہ حسن بصری، قتادہ بن دعامہ، تفسیر عطا بن رباع تابعی، تفسیر عطا خراسانی، علی بن طلحہ، شکیل بن عباد، ابوسفیان ثوری، امام جعفر صادق، ابونصر کلبی، عبدالملک بن عبدالعزیز، ابن جزیج، مقاتل بن سلیمان، شیبہ بن عباد، ابووراق ہمدانی، امام مالک، حجاج بن محمد، امام کسائی، ابوعبداللہ ابن ثور صنعانی، امام وکیع، سفیان بن عقبہ، ہاشم بن بشیر، ابن وہب فہمی، ابن عبادہ، یزید بن ہارون، ابی ابن ایاس عسقلانی، سعید بن داؤد المصیصی، خزینۃ القرآن، محمد بن مقیر قطرب بصری، ابی معہ سنن ابوالولید، شیخ ابوعبیدہ، معمر بن مثنیٰ بصری، بہار القرآن تفسیر جوینی، تنزیل القرآن، مصنف احمد بن موسیٰ، فرقان القرآن مصنف محمد عبداللہ ابن احمد، نورالقرآن، مصنف احمد ثانی ابن محمد عبداللہ، علی بن مدینی، امام ابوبکر عبداللہ بن کوفی، ابویعقوب، اسحٰق بن ابراہیم بن مخلد حنظی، ابوالحسن علی بن حجر سعدی،

قاضی ابی اسحٰق اسماعیل، بن اسحٰق ازدی، تجود القرآن احمد عربی، کتاب الشواذ ابوالعباس، احمد بن یحییٰ، ثعلب نحوی، تفسیر علائی شیخ محمد بن عبدالرحمٰن بخاری۔ یہ تفسیر ایک ہزار جلدوں پر مشتمل ہے وغیرہ مفسرین نے نقل کیا ہے اور امام زہری نے بھی اپنی مسند میں لکھا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا اہل جنت کو بلا حجاب، بلا جہت، دیدار ہوگا۔ وہ اپنے رب کو دیکھیں گے اور لطف اندوز ہوں گے۔ فرمایا یہ آیت دیدار کے بارے میں قطعی نص ہے۔

حدیث دوم:

صحابہ کرام فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے ہر شخص کو جاننا چاہئے اور خوش رہنا چاہئے کہ جنت میں اسے اللہ کا بلا حجاب دیدار ہوگا۔ ان ہی اصحاب سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کی بھاری جماعت نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ ہمیں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں ہمیں کوئی مشکل تو نہیں ہوگی؟ فرمایا جس طرح تم چاند کو دیکھتے ہو تو کیا کبھی تکلیف ہوئی ہے۔ عرض کیا نہیں فرمایا پھر اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں بھی کوئی مشکل نہ ہوگی۔

ان ہی اصحاب سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہل جنت کو دو وقت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوا

کرے گا نیز ان ہی اصحاب سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آخری رمضان میں رسول اللہ ﷺ نے جمعۃ الوداع میں خطبہ دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس خطبہ کو روایت کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے کہ جنتی جنت میں بڑے بڑے انعامات سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ جب وہ چاہیں گے انہیں اللہ کا دیدار ہو جائے گا۔ پھر وہ بقیہ تمام لطف بھول جائیں گے۔ یعنی اس وقت اللہ تعالیٰ چھپ کر نہ رہے گا وہ ظاہر رہے گا۔ جب وہ چاہے گا اسے دیدار ہو جائے گا۔

حدیث پاک:

نبی پاک ﷺ نے مذکورہ آیت کو تلاوت فرمایا اور آیت لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃ اور لَھُمْ مَایَشَآؤُنَ فِیْھَا وَلَدَیْنَا مَزِیْد ۔ یہ تلاوت فرمائیں۔ فرمایا یہ دونوں آیات اس آیت کی تفسیر ہیں۔ یہ میرا پیغام لوگوں تک پہنچانا کہ جو کوئی اللہ سے بن دیکھے ڈرے اور اپنے دل کو صاف کر کے لائے وہ جنت میں ہوگا اور اس کو دیدارِ باری تعالیٰ بلا حجاب بلا جہت ہوگا۔

فرمایا مومن کو اللہ تعالیٰ کے دیدار پر یقین رکھنا چاہیے۔ نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دن جنتیوں کے منہ سفید ہوں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار اور تجلیات کو اپنی آنکھ سے دیکھ رہے ہوں گے جبکہ جہنمیوں کے منہ کالے ہوں گے نیز یہ آیت بھی تلاوت فرمائی جو سورۃ الدھر میں ہے۔

ترجمہ:

پس اللہ تعالیٰ ان کو اس دن کے شر سے بچا لے گا۔

فرمایا یاد رہے کہ اس آیت سے مراد قطعی حکم ہے کہ دیدارِ الٰہی ۔ فرمایا اگر دیدار الٰہی نہ ہو تو پھر فرمایا کہ اس آیت کا مطلب کیا سمجھو گے؟ فرمایا کہ یہ آیت کفار کو دیدار نہ ہونے پر نص ہے۔ تلاوت فرمائی۔

ارشادِ باری تعالیٰ:

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ○

ترجمہ:

ایسا ہرگز اس دن نہیں ایک تو وہ اپنے رب کے دیدار سے روک دیئے جائیں گے۔

فرمایا یہ کفار کے لئے دیدار کی نفی ہے اور میری امت کے لئے اور بقیہ مومنوں کے لئے اپنے دیدار کا قطعی وعدہ فرمایا۔ فرمایا اس کے دیدار کو بڑی نعمت سمجھو جو بڑی نعمت ہے۔

حدیث پاک:

ان ہی اصحاب سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہاں کی زندگی ایک سانس ہے جبکہ جنت کی زندگی ابدی اور دائمی ہے۔ جس میں موت نہ ہوگی اور بڑے بڑے انعامات ہوں گے اور سب سے بڑا انعام دیدار باری ہوگا۔

مذکورہ آیت تلاوت فرمائی اور اس کی تفسیر میں ایک اور آیت تلاوت فرمائی۔

ارشاد باری تعالیٰ:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ

ترجمہ:

جس دن وہ اپنی پنڈلی ظاہر فرمائے گا اور لوگ سجدے کی جانب بلائے جائیں گے۔

نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں صحابہ نے خطبے میں عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ کی پنڈلی ہوگی؟ آپ مسکرائے۔ فرمایا دیکھو وہ ذات ہاتھ سے آنکھ سے منزہ ہے۔ وہ تمہیں تمہارے عقل کے مطابق تم سے کلام فرماتا ہے۔

وہ اپنی جلوہ گری بطور دیدار جب تمہیں فرمائے گا تو جو تمہاری سمجھ میں آسکے گا اس کے مطابق اس نے فرمایا ہے۔ تم اس کے وجود کو کھلم کھلا دیکھو گے۔ جس طرح میری ہتھیلی کو دیکھ رہے ہو۔ پھر فرمایا کہ جب تم نماز پڑھتے ہو۔ اب اس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو تمہیں نماز میں لطف آتا ہے کہ نہیں۔ سب نے عرض کیا بہت لطف آتا ہے۔ فرمایا کہ جب وہ اپنی پنڈلی ظاہر فرمائے گا اور کفار کو حکم ہوگا کہ اس کو سجدہ کرو تو وہ سجدہ نہ کرسکیں گے ان کی آنکھیں شرم کے مارے نیچی ہوں گی اور پشت لکڑی کی مانند ہوگی۔ فرمایا مومن فوراً اس کی بارگاہ میں سجدہ میں گر جائے گا۔ فرمایا پھر کتنا لطف ہوگا جب اس کو دیکھ کر سجدہ کیا جائے گا۔

اس حدیث کے بعد فقیر مختصر مجاہد اور ابن جریر کو یہ جواب دیتا ہوں کہ ایک تو انہوں نے حدیث متواتر کا انکار کیا دوسرے یہ کہ اس آیت کا پھر کیا جواب ہوگا؟ کہ جب کفار کو دیدار سے روک دیا جائے گا۔ یہ آیت اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ یہ آیت کفار کے دیدار کے نہ ہونے پر فرمان آنحضرت ﷺ قطعی نص ہے اور یہ آیت مذکورہ بالا اہل جنت کے حق میں فرمان آنحضرت ﷺ قطعی نص ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ:

وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَۃٌ (سورہ الغاشیہ پارہ نمبر 30)

ترجمہ:

بہت سارے چہرے بارونق ہوں گے جو نیکیوں کی وجہ سے ہی انعامات سے سرفراز ہوں گے۔

مذکورہ ان ہی اصحاب سے حدیث ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کے جم غفیر کے خطبے میں اس آیت کو تلاوت فرماتے ہوئے فرمایا کہ جنتیوں کے چہرے اعلیٰ اعلیٰ نعمتوں سے سرفراز ہو کر ان کے چہروں پر رونق چھائی ہو گی اور جب وہ دیدار باری بلا حجاب بلا جہت کریں گے تو ان کے چہرے اور وجود منور ہو جائیں گے۔

فرمایا یہ آیت انعامات سے ان کے چہرے اور وجود بارونق ہوں گے اور دیدار کی نعمت سے ان کے وجود چمکنے لگ جائیں گے۔

خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کا قول بھی اسی حدیث کی تائید میں ہے۔ حالانکہ یہ حدیث متواتر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روزہ دار جب روزہ رکھتا ہے اور وہ گناہ پر قادر ہوتا ہے۔ وہ گناہ نہیں کرتا حالانکہ وہ چھپ کر کھا بھی سکتا ہے۔ پی بھی سکتا ہے۔ لیکن اس کو اللہ کا خوف ہوتا ہے۔

فرمایا اس لئے ارشاد ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کی جزا ہوں۔ فرمایا کہ اس امر سے بھی یہ سمجھو کہ جب اللہ تعالیٰ روزہ دار کی جزا ہے تو وہ جزا اس کا

دیدار ہے اس حدیث سے بھی دیدارِ الٰہی ثابت ہوا۔ اللہ کا شکر ہے کہ نصوح سے بھی دیدارِ الٰہی ثابت ہوا اور احادیث نقل متواتر ہیں اور جمہور مفسرین، محدثین، فقہا صحابہ تابعین، تبع تابعین، سلف امت سب کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ کا دیدار بلاحجاب۔ بلاجہت ہوگا اور صحاح ستہ تمام کتب سنن متداول، مختلف احادیث سے اللہ تعالیٰ کا دیدار ثابت ہو رہا ہے۔ اگر تمام کو اکٹھا کروں تو بہت بڑی کتاب بن جائے گی۔ لیکن فقیر اپنی تفسیر ''سراج منیر'' میں باری باری بیان کرے گا اور کچھ اس سے قبل پہلے پارے میں بیان کر دی ہیں۔ (جو چھپ چکی ہے)

دیدارِ باری کے لئے مختلف دعائیں ہیں

نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ زیادہ استغفار پڑھے اور پھر فرمایا ذکر الٰہی میں زیادہ مشغول رہے۔ اس کو یاد کرے۔ خصوصی دعا فرمائی جس کو آپ خود پڑھتے تھے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تیرا وعدہ ہے تو اپنے بندوں کو جنت عطا فرمائے گا۔ نیز تیرا وعدہ ہے کہ تو اپنے بندوں کو اپنے دیدار سے سرفراز فرمائے گا جو بلاحجاب ہے مجھے بھی ان بندوں میں شامل کرنا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہر رات کو دو رکعت نفل میں دو قرآن ختم کرتے تھے۔ انسان نیکیوں کا انبار قرآن کی تلاوت سے کر سکتا ہے؟ اس امر میں یہ مسئلہ کہ

قرآن کو کوئی بغیر وضو کے پڑھ سکتا ہے۔ اس امر میں مختلف روایات ہیں۔ کتب احادیث میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کی افضل عبادت تمام عبادات سے تلاوت کلام پاک ہے۔

رہا سوال اس امر میں کہ قرآن مجید کو بغیر وضو پڑھنا چاہئے کہ نہیں۔ بغیر وضو کے قرآن کو زبان سے تلاوت کیا جا سکتا ہے۔ چھوا نہیں جا سکتا مجامعت کی وجہ سے پھر زبان سے بھی تلاوت نہیں کر سکتا جب تک وہ غسل نہ کرے لیکن عام حالت میں بغیر وضو کے تلاوت کی جا سکتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں چھوٹا سا تھا اور میری خالہ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مبارکہ تھیں۔ میں نے ایک رات ان کے گھر میں قیام کیا تو رسول اللہ ﷺ آدھی رات کو اٹھے اور بیٹھ گئے اور اپنے چہرۂ انور پر ہاتھ پھرتے رہے۔ پھر سورۃ آل عمران کی آخری آیات تلاوت فرمائیں۔ پھر وضو فرما کر تہجد ادا کی۔ بات اس میں یہ ہے کہ صرف ثواب کی کمی ہے اگر بغیر وضو کے پڑھو گے تو ایک حرف کے بدلے دس نیکیاں اور وضو کے ساتھ پڑھو گے تو ایک حرف کے بدلے پچیس نیکیاں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر نماز میں بیٹھ کر پڑھو گے تو ایک حرف کے بدلے پچاس نیکیاں، کھڑے ہو کر پڑھو گے تو ایک حرف کے بدلے سو نیکیاں۔

حدیث پاک:

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کے ایک حرف کی تلاوت کے

بدلے سات سو نیکی اور اس سے بھی زائد۔ پھر فرمایا کہ قرآن کے ان نیکیوں کے بدلے جزا جنت ہے اور بڑی جزا جو ہے وہ دیدار الٰہی بلا حجاب ہے۔ جو کہ قرآن کی برکت سے ہے۔

مومنوں کو چاہئے کہ قرآن سے دوستی لگائیں اس کو مضبوطی سے پکڑ لیں اس پر عمل کریں اور اس عمل کرنیوالے کی جزا جنت اور بڑی جزا دیدار باری ہے۔

مومنو! تمام تر حسد کینے اور بغض کو چھوڑ کر قرآن کو پکڑو اور قیامت قریب ہے اور دنیا کی زندگی نصف ساعت ہے اور دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث پاک:

حضرت قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے فرمایا۔ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ہم نبی پاک ﷺ کی بارگاہ اقدس میں تھے تو آپ ﷺ نے چودھویں شب کی طرف نظر فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ تم اپنے رب کو لازما دیکھو گے۔ جیسا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں نہ تم ایک دوسرے پر اژدہام کر سکو گے اور نہ ظلم کرو گے کہ کوئی دیکھے یا انبوہ کثیر کی وجہ سے نہ دیکھ سکے۔

اگر ہو سکے تو تم صبح کی اور عصر کی نماز ادا کرنے میں ہوشیار رہو اور تم غالب آجاؤ۔ آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِھَا ج

ترجمہ:

اے حبیب پاک ﷺ اور اپنے رب کی حمد سے اس کی یاد کا اظہار کرا قرار کر۔ صبح کی طلوع سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بخاری شریف میں کہ اس کے راوی امام شہاب بن زہری ہیں۔ انہوں نے اسماعیل سے، انہوں نے قیس سے، انہوں نے جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے رب کا دیدار لازماً اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرو گے۔

مذکورہ اول حدیث اور یہ مرفوعاً حدیث امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے بخاری شریف جلد اول صفحہ نمبر **78** باب فضل صلوٰۃ العصر وصفحہ نمبر **81** باب فضل صلوٰۃ الفجر نیز امام بخاری نے بخاری شریف کتاب التفسیر اور باب التوحید میں اسے درج فرمایا ہے۔ اسی حدیث کو امام مسلم نے مسلم شریف میں باب الصلوٰۃ اور ابوداؤد میں کتاب السنّت میں۔ ابن ماجہ کتاب السنّت میں، نسائی کتاب وسنت، ترمذی، کتاب وسنت میں اور موطا امام مالک میں، امام مالکؒ نے کتاب التوحید میں۔

جاننا چاہئے علامہ صاحب فتح الباری شرح بخاری نے اس حدیث پر جرح کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری نے مختلف مقامات پر کیوں بیان کیا! پہلے یہ حدیث باب فضل صلوٰۃ العصر میں ہے۔

نماز عصر کی قرآن میں بار بار تاکید آئی ہے اور اس کی حفاظت کرنے کا سخت حکم دیا گیا ہے اور نماز صبح کے بارے میں بھی قرآن میں سخت تاکید آئی ہے۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرمان آنحضرت ﷺ دیدار کے بارے میں قطعی نص ہے۔ یعنی جو شخص پنجگانہ نماز سے غافل نہیں رہتا اور صبح اور عصر پر سخت پابندی کرتا ہے اس کو لازماً دیدار الٰہی ہوگا۔ جو وہ اپنی آنکھ سے مشاہدہ کرے گا دوسرا یہ کہ نماز عصر اور نماز صبح کی فضیلت اس لئے زیادہ ہے۔

فرمان رسالت ہے کہ ان دونوں وقتوں میں خاص رحمت کا نزول ہوتا ہے اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا دیدار لازماً ہوگا۔ اس لئے نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ تم نماز عصر اور نماز صبح میں سستی نہ کرنا کیونکہ صبح کی نماز ادا کرنے سے پہلے آدمی سویا ہوا ہوتا ہے۔ وہ آرام اور استراحت کر رہا ہوتا ہے اور اس کو نیند بڑی پیاری ہوتی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ ہوشیار ہو کر یعنی تم وقت پر غالب آجاؤ اور نماز کو ادا کرو اور جس کی شہادت میں نبی پاک ﷺ نے قرآن کی تلاوت فرمائی:

تم نماز صبح اور نماز عصر کو پابندی سے ادا کرتے رہو تو لازماً تم اپنی آنکھ سے رب کا مشاہدہ کرو گے۔ آیت کی تلاوت کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تمہارے لئے قطعی بات ہے۔ اگر تم نمازوں کی پابندی کرتے رہے تو تمہارے لئے بڑی نعمت دیدار الٰہی ہے۔ تلقین کرتا ہوں کہ انسان کو نماز نہیں چھوڑنی چاہئے اور خاص طور پر صبح اور عصر کو پابندی سے ادا کیا جائے تو پھر فرمانِ رسالت حق ہے۔

کتاب التفسیر میں امام بخاری سے اس حدیث کو اس لئے نقل کیا کہ اوپر والی آیت کریمہ جو دیدارِ باری کے بارے میں نص ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں بطور قطعی ثبوت کے پیش کیا اور باب التوحید میں اس لئے کہ وہاں چونکہ توحید باری تعالیٰ کے فضائل ہیں۔ اس لئے اس کو باب توحید میں بیان کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام اس کا دیدار ہے۔

ہم مسند امام زہری سے ایک باب نقل کرتے ہیں۔ جو باب الرویاء فی باری تعالیٰ ہے۔

اس باب کو نقل کرنے سے پہلے ایک عرض کر دوں۔ امام زہری کی شخصیت پر۔ امام شہاب بن زہری کسی تعارف کے محتاج نہیں لیکن تھوڑا سا اشارہ عرض کر دوں۔

آپ 58 ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنی مسند میں فرماتے ہیں جو 22 جلدوں پر مشتمل ہے۔ مطبوعہ مصر و بیروت۔ لیکن اب نایاب ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے تعلیم علی بن حسین اور امام محمد باقر ابن علی ابن حسین سے اور صحابہ کا بھی شرف حاصل ہوا۔ لیکن حدیث اور تفسیر کے اندر جتنا میں نے امام محمد باقر کو پایا۔ یہ اپنی مثل میں یکتا تھے اور مجھے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز ثانی نے تمام محدثین کے لئے ان کا صدر مقرر کیا اور مجھے سولہ لاکھ احادیث یاد ہوئی ہیں اور میں نے حدیث کی سندات کو وضع کیا۔ یہ بات جلد اول صفحہ نمبر 46 پر ہے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام زہری پر بے بہا احسان وفضل فرمائے۔ انہوں نے حدیث کا معیار مقرر کیا اور سندات کو وضع کیا یہ کام نہ کرتے تو حدیث کی اصلیت ختم ہو جاتی۔

یہ احادیث کا ذخیرہ جو 22 جلدوں پر مشتمل ہے یہ بیش بہا خزانہ ہے۔ اور لازوال ہے اور تمام محدثین نے اس کو عظیم کتاب تسلیم کیا ہے اور بخاری شریف میں امام زہری کی شخصیت نظر آتی ہے۔ نیز امام محمد باقر رضی اللہ عنہ و امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کا جتنی اسماء الرجال ہیں۔ ان میں سنہری حروف میں بخوبی ذکر ہے اور امام بخاری نے بھی ان کی کافی روایات کو نقل فرمایا ہے۔ یاد رہے کہ امام زہری امام الآئمہ ہیں اور امام محمد باقر حضرت امام شہاب بن زہری کے استاد محترم ہیں۔

اس باب سے چند احادیث ذکر کرتا ہوں:

حضرت امام شہاب بن زہری روایت الباری تعالیٰ جلد نمبر 5 صفحہ نمبر 468

حدیث اوّل:

امام شہاب بن زہری لکھتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر سے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے اپنے جدامجد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مجموعہ سے، حضرت علی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ صحابہ کا جم غفیر تھا رمضان کے جمعہ میں رسول اللہ ﷺ جمعہ کی فضیلت بیان فرمارہے تھے۔ فرمایا کہ جمعہ مساکین کی عید ہے اور مساکین کے لئے حج ہے۔ تم اسے جلدی ادا کیا کرو اور اس میں ایک ساعت ہے جو دعا کی قبولیت کی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ رب کے دیدار کی دعا مانگا کرو۔ یاد رکھو کہ نماز جمعہ کی برکت سے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ قیامت کو جنت میں تمہارے چہرے چمکتے ہوں گے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان پاک ہے۔ تم اپنے رب کا اپنی آنکھوں سے لازماً مشاہدہ کرو گے۔ نیز بطور ثبوت یہ آیت تلاوت فرمائی جو اوپر ہے۔

وُجُوہٌ یومَئِذٍ نَاضِرَۃٌ ۝ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ ۝

فرمایا کہ چہروں پر بڑی رونق ہوگی نعمتوں سے سرفراز ہوں گے۔ لیکن جب اپنے رب کا آنکھ سے مشاہدہ کرو گے تو اور رونق ہوگی اور وجود پر نور چھا جائے گا۔ جب تم اللہ کے چہرہ انور کو دیکھو گے۔ پھر فرمایا کہ اگر کوئی دیدار کا انکار کرے تو سارے قرآن کا انکار ہے۔ یہ دیدار کے حق میں قطعی نص ہے۔ پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان پاک ہے۔

جنت میں جانے کا اصل مقصد ہی اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ

کرنے کا ہے۔ فرمایا آیت مذکورہ بالا دیدار آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرنا۔ جنت میں داخل ہونے کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ پھر فرمایا قسم اللہ کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر اللہ تعالیٰ کا آنکھ سے مشاہدہ کرنا نہ ہوتا تو جنت میں جانے کا کوئی مقصد نہ تھا۔ فرمایا کہ میری پیروی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ جنت میں بے شک بلا حجاب اپنا دیدار عطا فرمائے گا۔ ہم سب اپنے رب کا لازما اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریں گے۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ بائیس سو **(2200)** صحابہ نے بھی سنا اور مفسرین کی کثرت جماعت نے اس حدیث کو اپنی تفاسیر میں نقل کیا ہے۔

حدیث دوم:

امام شہاب بن زہری لکھتے ہیں کہ میں نے اسماعیل سے، انہوں نے عبداللہ سے، انہوں نے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے، فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے رب کو کثرت سے یاد کرو اور اس سے اور اس کے قرآن سے محبت کرو۔ اگر تم اس سے محبت کرتے رہے تو بے شک تم جنت میں اپنے رب کا آنکھوں سے مشاہدہ کرو گے۔ اس کو امام محمد باقر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔

حدیث سوم:

میں نے یحییٰ بن موسیٰ سے، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگو تم یاد رکھو دنیا کی زندگی ایک سانس ہے۔ تم اس کو ترجیح نہ دو اور قرآن سے محبت کرو۔ جو قرآن سے محبت کرتا اس کی محبت

اللہ تعالیٰ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت فرمائے گا اور جنت میں تمہیں اپنا دیدار بلاحجاب عطا فرمائے گا۔ جو تم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرو گے۔ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اور صحابہ نے بھی سنی۔

حدیث چہارم:

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے بحوالہ مجموعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی تفسیر میں لکھا ہے فرماتے ہیں اس حدیث کا عظیم تواتر ہے۔ جو نبی پاک ﷺ نے ڈیڑھ سو ساعت (جو تقریباً اڑھائی گھنٹے ہے) خطبہ دیا۔ جو حجۃ الوداع کا خطبہ تھا۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسے لفظ بلفظ اپنی تفسیر میں مجموعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لکھا ہے جو اس میں مکمل موجود ہے۔ وہی سارا خطبہ میں نے پچیس سو (2500) صحابہ سے سنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مجموعہ میں جو خطبہ تھا۔ بعینہ وہی الفاظ تھے جو صحابہ سے سنے۔

امام شہاب بن زہری نے بھی اسے اپنی مسند میں سارا نقل کیا ہے۔ اس خطبے میں امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ یہ ارشاد درج ہے۔

نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ تم آگاہ رہو۔ ایک دوسرے سے محبت میں رہنا۔ دوسرے کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھنا، اپنے آپ کو کسی سے اچھا نہ جاننا۔ محبت سے یوں رہنا کہ جس طرح تمہارا اپنا جد واحد ہے میری پیروی کرنا۔ میری زندگی تمہارے لئے اصل نمونہ ہے اور ایک دوسرے کو معاف کر دو۔ اللہ کی یہ دو صفتیں عدل

اور فضل ہیں اور اس کے فضل کو تلاش کرتے رہو۔ اگر تم یہاں ایک دوسرے سے محبت سے رہے تو تم جنگوں سے بچ جاؤ گے۔ کفر پر غالب آجاؤ گے۔ دیکھنا میرے بعد فرقوں میں نہ بٹ جانا۔ اگر تم قرآن سے محبت کرتے رہے تو فرقوں میں نہ بٹ سکو گے۔ وہ دن قریب ہے کہ قیامت آنے والی ہے۔ قرآن سے محبت کرنا وہ تم کو دو جزائیں عطا فرمائے گا۔ اگر تم نے قرآن سے محبت کی اور عمل کیا۔ اس کی پہلی جزا جنت ہے۔ پھر تم سے وہ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔ بے شک وہ تمہیں اپنا بلا حجاب دیدار عطا فرمائے گا۔ لازماً تم اپنی آنکھوں سے اپنے رب کا مشاہدہ کرو گے۔

فرمایا میری اس بات کو سن رہے ہو؟

سب نے عرض کیا ہاں! امام محمد باقر اور امام زہری فرماتے ہیں کہ ہر پانچ منٹ کے بعد آپ ﷺ فرماتے تھے کہ میری بات تم تک پہنچ رہی ہے اور سب سن رہے ہو وہ عرض کرتے تھے ہاں!

پھر فرماتے تھے کہ تم بعد والے لوگوں تک پہنچا دینا جواب نہیں ہیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ کا دیدار یہ نص قطعی سے ثابت ہے۔

حدیث پنجم سے پہلے یہ بات عرض کر دوں کہ امام بخاری نے دیدار والی حدیث کو مرفوعاً فرمایا ہے اور تمام صحابہ سے یہ حدیث مرفوع ہے۔

حدیث پنجم:

امام شہاب بن زہری لکھتے ہیں میں نے عبداللہ بن زہری سے، انہوں نے شعیب سے، انہوں نے عبداللہ بن مسعود سے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ

کے مجمع میں فرمایا کہ یاد رکھو کہ تمہارے چہرے جنت میں چمکتے ہوں گے۔ یعنی آگاہ رہو۔ ہم انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین اور مومنین اپنے رب کا لازماً اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریں گے۔

اس مشاہدہ سے ان کا وجود نور ہو جائے گا۔ ان کو پھر ایسا لطف ہوگا کہ کسی چیز کی ضرورت نہ رہے گی۔ پھر ان کے لئے حکم ہوگا کہ جاؤ تم جنت کے بقیہ انعامات جو تمہارے لئے ہیں، ان سے لطف اٹھاؤ۔ پھر جب تم چاہو آ جاؤ میرا دیدار تمہارے لئے ہر وقت ہے۔

تم اپنی آنکھوں سے میری ذات کا مشاہدہ کر سکتے ہو۔ پھر فرمایا اس حکم سے پھر وہ جائیں گے۔ جنت میں بقیہ انعامات کا لطف حاصل کریں گے پھر خواہش ہوگی۔ پھر دیدار باری بلا حجاب کریں گے۔

اس طرح یعنی جب وہ اپنے رب کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریں گے تو ان کو ایسا لطف آئے گا کہ اور کسی لطف کی ضرورت نہ رہے گی۔ تمام انعامات بھول جائیں گے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو حکم دے گا تو اس وقت وہ بقیہ انعامات کی طرف متوجہ ہوں گے۔ اسی طرح وہ حکم سے دیدار کرنے آتے رہیں گے۔ ان کو سب بھولیں گے۔ اس کے حکم سے وہ دوسرے انعامات کی طرف متوجہ ہوں گے۔ ورنہ ان کو ضرورت نہ رہے گی لیکن اللہ تعالیٰ اپنا دیدار بھی فرماتا رہے گا اور اس کے بقیہ انعامات کی طرف بھی متوجہ ہوتے رہیں گے۔ کیونکہ وہ بھی ان ہی کے لئے ہیں۔ فرمایا اصل نعمت اپنے رب کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنا ہے۔ جو بے شک ہم اپنے رب کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریں گے۔

اس حدیث کو امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے بھی بحوالہ مجموعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔

یہ تمام مذکورہ احادیث متواتر ہیں۔ پورا باب ابھی کافی ہے انشاء اللہ اپنی تفسیر میں نقل کروں گا۔

حضرت امام محمد باقر و امام زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ نے دیدار باری بلاحجاب جو آنکھ سے مشاہدہ کرتا ہے۔ اس پر متفق ہیں۔

نبی پاک ﷺ نے دیدار کے بارے میں مختلف دعائیں ارشاد فرمائی ہیں یعنی اَستَغفِرُ اللہ کثرت سے پڑھو اور آیۃ الکرسی کثرت سے پڑھو۔

آیۃ الکرسی کثرت سے پڑھنا دیدار الٰہی کا موجب ہوگا۔

الحمد للہ کہ ایسا تواتر دیدار باری بلاحجاب جو آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے یعنی حجۃ الوداع کے خطبہ سے بھی ثابت ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی تواتر نہیں۔

الحمد للہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے دیدار باری بہترین انداز سے ثابت ہوا کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہ اور تابعین، مفسرین، محدثین، فقہا جمہور و اجماع امت کا اس پر اتفاق ہے کہ دیدار باری بلاحجاب بلاجہت ہوگا۔ جو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریں گے۔ اب یہ مسئلہ دیدار سے متعلق قرآن اور حدیث سے واضح ہو گیا ہوگا۔

باب دوئم

فلسفۂ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قولہ تعالیٰ:

سُبحٰنَ الَّذِیٓ اَسرٰی بِعَبدِہٖ لَیلًا مِّنَ المَسجِدِ الحَرَامِ اِلَی المَسجِدِ الاَقصَا الَّذِی بٰرَکنَا حَولَہٗ لِنُرِیَہٗ مِن اٰیٰتِنَا ط اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیعُ البَصِیرُ ط

ترجمہ:

پاک ذات ہے وہ، جو لے گیا راتوں رات اپنے عبد مقدس جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف جس کی ارد گرد ہم نے برکتیں ہی برکتیں رکھی ہیں۔ تاکہ ہم دکھائیں اس کو اپنی نشانیوں میں سے۔ بے شک وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

جاننا چاہئے کہ یہ سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت مبارکہ ہے۔ یہ سورۃ بنی اسرائیل مکی زندگی میں نازل ہوئی۔ یہ آیت مبارکہ چھوٹی سی ہے لیکن اس میں علوم کے بے بہا سمندر بہہ رہے ہیں۔ علماء مفسرین نے اول سے لے کر آخر قیامت تک اس آیت سے وہ غواصی کرتے رہیں گے۔ نہ وہ غواص ختم ہوں گے نہ ان کے دل کی حسرت پوری ہوگی حصہ بقدر جثہ وہ اس سے اپنے مقدر کے مطابق ہیرے جواہرات نکالتے رہیں گے۔

سورۃ بنی اسرائیل کی ابتدائی آیت کریمہ نبی کریم ﷺ کے معراج شریف کے بارے میں قطعی نص ہے اور امر معراج بالبداحت ثابت ہے لفظ معراج پر علماء نے بڑی تحقیق کی ہے اور انہوں نے اپنی تحقیق کے ذریعے اس امر معراج کو بخوبی انداز سے بیان کیا ہے۔ اس دور کے علماء نے بھی مختلف انداز سے نبی کریم ﷺ کے معراج شریف پر بحث کی ہے۔

فقیر کا جی چاہتا ہے کہ مختصر انداز سے نبی کریم ﷺ کے معراج پر کتاب تحریر کروں۔ اس کی مکمل بحث فقیر اپنی تفسیر ''سراج منیر'' میں باری باری بیان کرے گا۔ لیکن ایک مختصر عنوان علیحدہ کتاب لکھنے کی خواہش یہ ہے کہ فقیر کا مختصر نذرانہ بارگاہ نبوی علی صاحبہ افضل الصلوت میں پیش کروں۔

اب اس کی بحث کرنے سے قبل ایک ضروری مقدمہ اس کے اندر یعنی آپ ﷺ کے معراج کے حقائق کو کثرت احادیث سے پیش کروں گا۔

لفظ سُبحٰن الّذی سے پہلے ہے۔ اس میں کافی حکمت ہے الّذی سے پہلے سُبحٰن آیا ہے۔ اس میں چند گزارشات۔

1- سُبحٰن یہ ایسا لفظ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی ذات کے لئے استعمال فرمایا ہے۔ وہ ذات لفظ سُبحٰن کے لائق ہے۔ یعنی انسان جتنی اس کی صفات بیان کرتا رہے تو وہ فرماتا ہے کہ میں اس سے بھی پاک ہوں۔

جب انسان کی زبان سے لفظ سُبحٰن نکلتا ہے تو جناب واجب تعالیٰ اپنے بندوں پر خوش ہوتا ہے۔ بخاری اور مسلم میں ہے کہ ایک مرتبہ زبان سے یعنی سُبحان اللہ کہنے سے تمام گناہوں کے دفتر مٹا دیئے جاتے ہیں۔ اس ضمن میں ایک اور حدیث ہے۔

حدیث پاک:

چاروں خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کسی شخص کے گناہ تمام زمین اور تمام آسمانوں سے زیادہ ہو جائیں اگر وہ کہے: سُبۡحٰنَ اللہِ وَبِحَمۡدِہٖ فَسُبۡحٰنَ اللہِ الۡعَظِیۡم کہنے سے سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

بخاری شریف کی آخری حدیث:

کَلِمَتَانِ حَبِیۡبَتَانِ اِلَی الرَّحۡمٰنِ خَفِیۡفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیۡلَتَانِ فِی الۡمِیۡزَانِ

یہ دو کلمے وزن میں بھاری ہیں۔ زبان پر ہلکے ہیں۔

یہ حدیث تواتر ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ اگر دونوں جہانوں کو یا سارے عالموں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے تو ان دونوں کلمات کے وزن سے ہلکے ہیں۔ یاد رہے کہ جب دونوں جہان اس کے پلڑے میں وزن سے کم ہیں۔ تو گناہ بھی دو جہانوں کے اندر ہیں۔ جب سارے جہان اس کے پلڑے میں وزن سے کم ہیں تو زبان سے یہ ہلکے ہیں، وزن ان کا عالم کے ترازو سے باہر ہے۔ پھر گناہ عالم کے اندر ہیں۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اس حدیث کی تشریح پر یوں رقم طراز ہیں کہ عالم ان دونوں کلموں کے اندر محیط ہے اور جب عالم محیط ہے تو گناہ عالم کا جزیہ ہے۔ جب قریہ محیط ہے تو جزیہ کی کوئی وقعت نہ رہی۔ یعنی لفظ سُبۡحَانَ اللہ اللہ تعالیٰ کو یہ صفت بہت پسند ہے۔ لفظ الَّذِیۡ سے قبل لفظ سُبۡحَان کیوں داخل ہے۔ اس میں

حکمت یہ ہے کہ ہمیشہ جب کوئی دعویٰ کرے تو دعوے کو ثابت کرے۔ دلائل قاطعہ سے، یہ مدعی کا کام ہوتا ہے۔ معراج کے دعوے کا مدعی کون ہے وہ سُبْحَان ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ اس معراج کا دعویٰ۔ اے منکرین معراج، یہ دعویٰ میں نے کیا ہے۔ جو میری ذات، ہر نقص اور ہر عیب سے پاک ہے اور ہر عالم کا خالق ہوں اور عالم میرے اختیار میں ہے۔ میں جو چاہوں سو کروں۔ میری مرضی میں کسی کو دخل نہیں۔ یہ لفظ سُبْحٰن لفظ اسریٰ پر دال ہے اور مدلول ذاتِ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

ثابت ہوا کہ اگر کوئی معراج کا انکار کرے تو اس کا لفظ سُبْحٰن سے انکار ہے۔ اگر یہ دعویٰ مصطفیٰ کریم ﷺ کرتے کہ میں نے معراج کیا تو مخالفین اعتراضات کرتے۔ لیکن اب اعتراضات کرنا یہ اس ذات پر ہے جو سُبْحَان ہے۔ کیونکہ جب دعوے پر اعتراض ہوتے ہیں تو ان اعتراضات کا موجب مدعی ہوتا ہے۔ کیونکہ مدعا علیہ کو دعوے پر اعتراضات ہوتے ہیں۔ وہ دعوے کو ناقص کرنے کے لئے اپنے دلائل کی بھرمار کرتا ہے کیونکہ وہ اپنے دلائل کو دعوے پر دال کرتا ہے۔ اگر کوئی معراج کے دعوے پر اعتراض کرے تو اس کا دال مدعی وہ ہے جو سُبْحَان ہے۔

اگر کوئی معراج کا انکار کرتا ہے تو کھلم کھلا سُبْحَان پر اعتراض ہوگا۔ لفظ سبحٰن کی مکمل بحث فقیر اپنی تفسیر سراج منیر اسی آیت کی بری پر انشاء اللہ کرے گا۔ (انتظار فرمایئے)

الذی سبحان کے بعد کیوں فرمایا ہے؟ سُبْحَان اللہ کیوں نہیں فرمایا؟

جواب:

الذی دو قسم پر منقسم ہے۔ الذی ناقص اور الذی کامل یہ الذی موصولہ ہے۔ صلہ کا موصولہ ہوتا ہے اور یہ سارا عالم اللہ تعالیٰ کی ذات کے سامنے ناقص ہے اور کامل الذی صرف سُبْحَانَ ہے۔ اس واسطے سُبْحَانَ اللہ نہیں فرمایا۔ الذی فرمایا ہے کہ جس طرح میں پاک ہوں، منزہ ہوں۔ اسی طرح میری ذات ہر اعتبار سے کامل ہے۔ میری ذات وہ کامل ہے کہ میں نے عالم کو مکمل بنایا۔ کلمہ کن سے۔ جو آنکھ جھپکنے سے پہلے عالم معرض وجود میں آ گیا۔ جس طرح میری ذات عالم کو کلمہ کن سے لانے پر قادر ہے۔ اسی طرح میرے لئے کوئی مشکل نہیں کہ میں اپنے محبوب کی آنکھ جھپکنے سے پہلے آسمانوں اور عرش تک سیر کرا کر زمین پر واپس نہ لا سکوں۔

یہ الذی موصول اس لئے فرمایا تاکہ اس کی ذات کامل کا اظہار ہو۔ دوسرا یہ کہ جو ذات کامل ہے اس ذات نے اپنے حبیب ﷺ کے معراج کو کامل کیا۔ اگر اس میں کوئی نقص ہوتو اس کا اعتراض الذی پر ہوگا کہ اس کی ذات کے کامل ہونے پر نقص ہے۔ جب ذات کے کامل ہونے میں نقص ٹھہرا تو یہ اعتراض براہِ راست سُبْحَان پر ہوا۔ جو عالم کی مخلوق کے اعتراضات سے وہ منزہ ہے۔ اس لئے لفظ الذی میں یہ ظاہر فرمایا کہ نہ تو میری ذات کے کامل ہونے پر شک ہو سکتا ہے اور نہ میرے سُبْحَان ہونے پر۔

یہ ماہیت لاریب سے پاک ہے۔ اس طرح حبیب کے معراج کامل ہونے پر کوئی شک نہیں ہو سکتا کیونکہ معراج کرانے والا کامل ہے۔ وہ سُبْحَان ہے۔ الذی کے بعد لفظ اسری ہے۔ یہ اسریٰ، یُسْرِءُ اَسْرًا سے ہے۔ اس

کے معنی ''سیر'' کے ہیں ۔ یہ کون سے افعال میں سے ہے۔ بعض لوگوں نے اسے افعال ناقصہ سے تعبیر کیا ہے۔ جیسے کشاف، کعبی اور ابن منذر، فناری اور تفسیر رغائب القرآن۔ کچھ ان کے ساتھ اور بھی ہیں لیکن روح المعانی، قرطبی اور کبیر اور کافی مفسرین نے ان کو افعال تامہ کہا ہے۔

جن لوگوں نے ان کو افعال ناقصہ سے تعبیر کیا ہے وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ یہ موصول کے بعد واقع ہے اور موصول ایسے افعال پر جب داخل ہو کہ جن کی خبر جملہ فعلیہ خبریہ سے ہو۔ یہ ان کی دلیل درست نہیں۔ نحویوں نے اس پر یہ کہا ہے کہ جملہ ایسا فعلیہ کہ جو جب اس فعل کے آخر میں ضمیر کے اعتبار سے ختم ہو جائے وہ ناقصہ ہے۔ لیکن یہ کلام ختم نہیں ہوا کلام جاری ہے یہ افعال تامہ میں سے ہے۔ اس پر پھر کچھ نحویوں کا اعتراض ہوسکتا ہے کہ جب تامہ تو جملہ ختم ہے۔ لیکن یہ بات ان کو غلط سوجھی ہے۔ اس لئے کہ بعض افعال ناقصہ ہوتے ہیں اور بعض تامہ، عبد القاہر جرجانی اور سیلبو یہ فرماتے ہیں کہ افعال تامہ جب ہوتا ہے۔ چاہے شروع میں ہو چاہے آخر میں ہمارے نزدیک تو کلام کو تامہ کرنا ہوتا ہے۔ لہٰذا اسریٰ فعل تامہ سے ہے۔ اگر اس کو ناقصہ کہا جائے تو پھر یہ تمام معراج کا واقعہ ناقصہ سے تعبیر ہو جائے گا۔ یہ افعال تامہ سے ہے۔ اس سے نبی پاک ﷺ کا سفر تامہ اور کاملہ ہوا۔ تو لفظ سُبْحَانَ الَّذِی گویا کہ اسریٰ پر دال ہے۔ اور اسریٰ دلیل ہے اور یہ اسریٰ کا مدلول بِعَبْدِہٖ ہے۔ اور عَبْدِہٖ وہ ذات محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ بالاصفات ہے۔ یہ اسریٰ کی حقیقت عبدہ ہے لفظ بِعَبْدِہٖ یہ ب مضاف ہے اور عبدہ مضاف الیہ ہے۔ اور یہ ب اس لئے وارد ہے کہ عبد کی فضیلت کو ظاہر کر رہی ہے۔ یعنی مطلق کر رہی ہے اس امر کو کہ کل کو کوئی اور آدمی اس معراج کا دعویٰ نہ کرے۔

یہ ایسا معراج ہے جو صرف اس عبد مقدس کو ہوا۔ جن کا نام نامی محمد رسول اللہ ﷺ ہے لفظ عَبد اس کے معنی تین ہیں۔

عَبد لغت میں اسے کہتے ہیں کہ جس کا جسم خاکی عنصر سے مرتب ہو۔ اور باالہیت ہو۔ اس کے پھر تین معنی ہیں عبد آبق جو اپنے مالک کا باغی غلام ہو ایک عبد رقیق جس کو زم کہتے ہیں۔ اس میں مومن بھی اور کفار بھی شامل ہیں تیسرا عبد "موزون" ہے یعنی جس کو کچھ اختیار دیا جائے۔ یہ قسم بعض لوگوں نے نبی پاک ﷺ پر محمول کی ہے لیکن یہ درست نہیں۔ اس میں یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ کو صاحب خزینۃ القرآن محمد بن مصتیز قطرب، ابوالعالیہ، امام کسائی، سنید، بحرین مسلم، بحارالقرآن ابو نصر کلبی، ابراہیم نخعی و امام وکیع اپنی اپنی تفسیروں میں لکھتے ہیں کہ عبدہ کی "ہ" کی ضمیر نبی پاک ﷺ کی طرف ہے۔

قرآن میں عَبدِہٖ صرف ہ کے ساتھ نبی پاک ﷺ کے لئے ہے اور کسی کے لئے نہیں۔ اس سے نبی پاک ﷺ کی عبدیت عام بندوں سے بکمالات خراج منفرد ہے۔ "ہ" کو ساتھ لگا کر یہ فرما دیا گیا کہ عالم میں اصل عبد نبی پاک ﷺ کی ذات ہے۔ جو رب نے اپنے قرب کے لئے اس ذات کو چن لیا۔ ایسا چنا کہ اور کسی میں ایسی خصوصیات نہیں جو آپ ﷺ کی ذات میں ہیں۔ اس میں سُبحان کی منشاء یہ ہے کہ میرے سارے عالم اور میری ساری مخلوق میں میرے قرب کے لئے ہے تو میرا حبیب ﷺ ہے۔

یہ سارا عالم میں نے اس حبیب کا خادم بنایا اور ظاہر ہے کہ خادم مخدوم کے تابع ہوتا ہے۔ گویا کہ یہ سارا عالم اس عبد کے لئے ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ لفظ ہ سے نبی پاک کی خاصیت ظاہر ہو رہی ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے خاص الخاص ہیں۔ یہ ب مضاف ہے عَبْدِہٖ کی طرف تو لہٰذا عَبْد اور ہ اس لئے فرمایا گیا کہ عالم میں میری ذات کے لئے خاص الخاص میرے حبیب کی ذات ہے۔

قرآن میں عَبْدِنَا آیا ہے اس نون کی ضمیر نبی پاک ﷺ کی طرف ہے۔

صاحب خزینۃ القرآن اور بقیہ مذکورہ اصحاب یہ فرماتے ہیں کہ نون کی ضمیر اگر نبی پاک کی طرف راجع ہو تو نبی پاک کی ذات کا وجود ہی سراپا معجزہ ہے اور آپ کی عبدیت رسالت پر غالب ہے اور آپ کی رسالت تمام عالم پر غالب ہے۔ یہ بحث ہم سورۃ فرقان کی ابتدائی آیت میں کریں گے۔ (انتظار فرمایئے)

اب صرف اتنا عرض ہے کہ عَبْدِنَا کے نون کی ضمیر آپ کی عظمت کو ظاہر کرتی ہے کہ ایسا عبد بے مثل سوائے آپ ﷺ کے اور کوئی نہیں آیا۔ آپ ﷺ ایسے عبد ہیں کہ جو عبدنا بھی ہیں اور عبدہ بھی ہیں۔ جب عبدنا کو دیکھا جائے تو اس میں نبی پاک ﷺ کی تعریف ہی تعریف نظر آتی ہے۔ آپ کی رفعتِ منزلت ایسی ہے جو کسی میں نہیں اس عَبْد کا ظہور اللہ تعالیٰ نے اس صفت سے فرمایا کہ آپ کے وجود کو تمام عالم کے لئے رحمت فرمایا۔ اس مسئلے کو اس کتاب سے اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ کچھ لوگوں نے حضور ﷺ کو رَحْمَۃُ الْعَالَمِین ماننا بطور نص انکار کیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ:

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْن

ترجمہ:

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر رحمت کرنے والا تمام عالموں کے لئے

جن لوگوں نے رحمت نص ماننے سے انکار کیا ہے ان کے دلائل ذیل درج کئے جاتے ہیں جو قواعد نحوی ہیں۔

وہ کہتے ہیں داؤ استنافیہ، ما جنس نافیہ اور اَرْسَلْنَا صیغہ جمع متکلم مع الضمیر یعنی اَرْسَلْنَا فعل بافاعل۔ ک مفعول ہے۔ رَحْمَتً مفعول لہٗ لِلْعَالَمِيْن جار مجرور متعلق اَرْسَلْنَا کے۔

اَرْسَلْنَا اپنے فعل فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اس میں وہ تنقید یہ کرتے ہیں۔ اگر رَحْمَةً کو مفعول بنایا جائے تو یہ کس کی علت ہوگا؟ ظاہر ہے کہ یہ ک کی علت ہوگا۔ تو قرآن کی تحریف ہوگی۔ اگر رَحْمَةً کو مفعول مطلق بنایا جائے تو یہ کس کی تائید کرے گا؟ اور مفعول مطلق تو یہ ہو نہیں سکتا کیونکہ یہ مفعول ثانی ہے۔ جن علماء نے نص ثابت کیا ہے انہوں نے بھی اس کو مفعول ثانی بنایا ہے۔ لیکن یہ غلط ہے کیونکہ مفعول فاعل کی علت ہے۔ کچھ نحویوں نے یہ کہا کہ رَحْمَةً حال اَرْسَلْنَا ذوالحال ہے۔ کیونکہ سلویہ کہتے ہیں کیونکہ رَحْمَةً جب حال بنے گا تو پھر بھی وہ مفعول ہوگا۔ تو کس کی تائید کرے گا۔ کیونکہ مفعول بہ اور مفعول لہٗ ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ تو لہٰذا یہ اَرْسَلْنَا کی تائید کرے گا۔ جب اَرْسَلْنَا کی تائید کرے گا تو ظاہر ہے یہ نص نہ ہوئی حضور کے حق میں۔ یہ نحوی دلائل تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جتنے علوم ہیں یعنی صرف نحو یوں منطق ہو، حدیث ہو، فقہ ہو حتیٰ کہ تمام علوم یہ قرآن کے خادم ہیں۔ قرآن ان کے تابع نہیں یہ قرآن کے تابع ہیں۔

حضرت امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ جب ہماری لغت عربی اگر کہیں قرآن کے خلاف ہو جائے تو اس لغت کو چھوڑ دو اور جس طرح قرآن کہے اسی طرح تسلیم کر لو۔ یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو سارے عالم کے لئے رحمت بنایا۔ دیکھئے احادیث پاک میں ہے جن کو صاحب بحر العلوم، ابو العالیہ، اسود بن یزید تابعی، حضرت ابن عباس، قیس بن مسلم کوفی، قتادہ بن دعامہ، عطا بن رباح، کربن، مسلم، حضرت مجاہد، ابراہیم نخعی، ابونصر کلبی، عطا خراسانی، علی بن طلحہ، عبدالمالک ابن عبدالعزیز، جزتیح، شکیل بن عباد، شیبہ بن عباد، صاحب کشاف، شیخ محمد بن حجاج، مقاتل بن سلیمان، امام وکیع، امام ابودراق، ابن عبادہ، امام مالک، خواجہ حسن بصری، امام ابوسفیان ثوری، تفسیر فرح یالی، سعید، شیخ ابوحنیفہ، داؤد وا لمسیفی، یزید بن ہارون، خزینۃ القرآن، محمد بن مسطیر قطرب، بحار القرآن، رغائب القرآن، کتاب الشواذ، یحیٰ بن، ثعلب نحوی، تفسیر مخلد، تفسیر قاری، الاوفوی، حقائق الاسلام، اسباب النزول، تفسیر البینت، تفسیر کبیر، موعظۃ القرآن، تبیان القرآن، تنزیل القرآن، ابن جزید، من احسن البیان، فضائل القرآن، اسباب النزول، حکمت القرآن، تفسیر علائی، ابرہان، فتح مبین، خلاصۃ التفاسیر، ذکر مبین، الخصائص، الفوائد، الاستغناء، میراں جیو، انوار التنزیل، محمد عبداللہ، ابن میاں جیو خیر آبادی، تفسیر قرطبی، روح المعانی، فتاری، آرائس البیان، بدیع البیان، تاج المعانی، تجود القرآن، ابی بن کعب وغیرہ تمام جمہور مفسرین و محدثین سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور ﷺ رحمت اللعالمین ہیں۔ یہ تمام فرماتے ہیں کہ یہ حضور کے حق میں قطعی نص ہے۔

یہ تمام مذکورہ اصحاب حدیث درج کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قَالَ اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ ط

ترجمہ:

میں تمام عالموں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں

علاوہ ازیں یہ حدیث پاک مسلم شریف میں بھی درج ہے۔ اوپر والے تمام مفسرین بحوالہ امام محمد باقر ابی بن کعب یہ حدیث درج کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے مجموعہ میں لکھا ہے اس کو ابی بن کعب نے بھی بحوالہ حضرت علی لکھا ہے۔ باقی مفسرین نے بحوالہ تفسیر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔

حدیث پاک:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جم غفیر صحابہ میں خطبہ دیا۔ اس اجتماع میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے۔

قَالَ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم

اَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمْ سَمِعْتُمْ قَوْلَہٗ تَعَالٰی . اِنَّ اللہَ تَعَالٰی بَعَثَنِیْ رَحْمَۃَ الْلِعَالَمِیْنَ وَاَرْسَلَنِیْ وشَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَنَذِیْرًا o

ترجمہ:

الوگو سنو! کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ وَمَـــا اَرْسَـلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً الْلِعَالَمِیْنَ o

بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا اور مجھے جہانوں میں شاہد اور مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا۔ میں رحمت بھی ہوں، شاہد بھی ہوں، بشیر بھی ہوں اور نذیر بھی ہوں۔ تمام عالم کا ذرہ ذرہ میری رحمت میں ہے۔

حدیث پاک:

بحوالہ حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ اپنے مجموعہ میں فرماتے ہیں:
رسول اللہ ﷺ نے جم غفیر صحابہ میں فرمایا:

قولہ تعالیٰ:

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ . قَالَ رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ هُوَالَّذِی بَعَثَنِی رَحْمَةَ اللّعَالَمِیْنَ فِیْ الدُّنیا وَالْاٰخِرَةِ وَیَنْفَعُ رَحْمَتِی فِی الدُّنْیَا مِنَ الْمُومِنِینَ وَالکافِرِیْنَ مَاجَا الْعَذَابَ فِی الدُّنیا وَیَنْفَعُ رَحْمَتِی فِیْ الدُّنیا مِنَ الْجِنَّ وَالْاِنْسِ مِنْ کُلِّ خَلْقٍ ٥

اللہ کا قول ہے: وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ .

فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا میں اور آخرت میں جنوں کے لئے اور انسانوں کے لئے رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا اور میری رحمت دنیا میں کفار اور مومنوں سب کو نفع دیتی ہے کہ دنیا میں عذاب نہیں آئے گا اور آخرت میں میری رحمت مومنوں کو نفع دے گی۔ نیز آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔
لوگو! یقیناً تمہارے پاس رب سے نصیحت آئی اور شفا ہے جو تمہارے سینوں میں ہے اور ہدایت ہے اور رحمت ہے مومنوں کے لئے۔

اے حبیب پاک ﷺ فرمادو کہ ایمان والوں کے لئے وہی ہدایت اور شفا ہے۔اس حدیث سے خود نبی پاک ﷺ کا فرمانا کہ میری رحمت عالمین کے لئے نص ہے اور میں ساری مخلوق کے لئے رحمت ہوں۔

حدیث پاک:

رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: کہ میں انسان ہوں جس طرح تمہیں غصہ آتا ہے، مجھے بھی غصہ آتا ہے، کبھی کسی کو لعنت کر دیتا ہوں۔ اے اللہ تو میرے ان کلمات کو اگر میں بطور غصہ کہوں تو ان کے حق میں ان کے گناہوں کی معافی فرما۔ چونکہ مجھے رَحْمَةُ اللِّعَالِمِین بنا کر بھیجا ہے۔امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ بھی حضور ﷺ کے رَحْمَتُ اللِعالَمِین کے نص کے حق میں قائل ہیں۔ثابت ہوا کہ نبی پاک ﷺ سارے عالم کے لئے رحمت ہیں۔ان ہی اصحاب سے اور حدیث پاک۔

حدیث پاک:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے مجموعہ میں لکھتے ہیں، جس کو ابی بن کعب نے بھی بحوالہ حضرت علی رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔ نبی پاک ﷺ نے صحابہ کے جم غفیر سے فرمایا: قولہٗ تعالیٰ:

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلاَّ رَحْمَةَ اللِعَالَمِینَ وَمَا مِنَ النَّبِیِّنَ اِلاَّ وَأَنَا رَحْمَةَ اللِّعٰلِمِینَ ۔

اللہ کا قول ہے وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلاَّ رَحْمَةً اللِعَالَمِینَ
نہیں آیا کوئی ایسا نبی مگر میں رحمت اللعالمین، دیکھئے ہر حدیث کے اندر حضور ﷺ پہلے وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلاَّ رَحْمَةَ اللِعَالَمِینَ فرما کر بعد میں اس کی تائید میں فرماتے ہیں کہ میں رحمت اللعالمین ہوں۔

امام شہاب بن زہری اپنی مسند میں لکھتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر سے سنا اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور قیس سے، انہوں نے انس بن مالک سے پھر میں نے عبداللہ سے، انہوں نے اسماعیل سے، انہوں نے قیس سے، انہوں نے جریر بن عبد اللہ سے، یہ سب فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عصر کی نماز کے بعد سیر کرنے کو تشریف لے گئے تو حضرت انس فرماتے ہیں: سرکار ﷺ سے انس بن مالک نے رحمت اللعالمین کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا:

وَالَّتِیْ تَنفسِیْ بِیَدِیْ جَاءَ لِیْ فِیْ الْقُرآن قَوْلَهٗ تعَالٰی
وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةَ اللّعَالَمِیْنَ فَهِمتُمْ اِقْرَاءُ
اِنْشئْتُمْ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةَ اللِّعَالَمِیْنَ مِنَ الْجِنِّ
وَالْاِنْسِ حَتّٰی مَافِی الْعٰلَمِیْنَ بَعْثَهٗ رَحْمَةٌ.

فرمایا میرے لئے قرآن میں آیا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةَ اللِّعَالَمِیْنَ جب تم چاہو پڑھو اس آیت کو، سمجھو کو ہمارا نبی رَحْمَةً لِلْعَالَمِیْنَ ہے۔ جنوں کے لئے انسانوں کے لئے جو کچھ عالم میں ہے اس کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ یہ آیت حضور ﷺ کے لئے نص ہے۔

لفظ رحمت پر اس سے پیشتر بحث ہو چکی ہے۔ قرآن کریم میں آیت وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةَ اللِّعَالَمِیْنَ آئی ہے۔ اس پر کچھ نحویوں نے اعتراضات کئے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اس کے مطابق رحمت نہیں ہو سکتے، اس پر اوپر بحث ہو چکی ہے، جن نحویوں نے یہ کہا تھا کہ مفعول بہ اور مفعول لہٗ جو ایک دوسرے کی تائید نہیں کرتے لیکن اس امر میں ان کی تائید ہو سکتی ہے، جیسا کہ زیدٌ، عالمٌ، امرٌ۔ دیکھو اس میں

مفعول بہ اور مفعول لہٗ ایک دوسرے کی تائید کر رہے ہیں۔ یہاں رحمتاً ، فاعل بمعنی مفعول کے ہے اس پر خوب بحث اپنی تفسیر سراج منیر پارہ نمبر 17 اس آیت کے تحت کروں گا، اس پر چند مسائل:

مسئلہ اوّل:

اس لفظ رحمت میں عموم ہے، تمام عالم دنیا، آخرت اس میں داخل ہے، اور اس دنیا میں کفار و مشرکین، منافق و مومن کائنات کا ہر ذرہ اس رحمت میں داخل ہے، سرکار ﷺ سب کے لئے رحمت ہیں اور آپ ﷺ کی رحمت بے شمار ہے اور آپ ﷺ کی رحمت کے سبب عالم کائنات عذاب الٰہی سے محفوظ ہے، ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ

ترجمہ:

اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ تاکہ ان میں عذاب کرے، اے حبیب پاک ﷺ اور آپ ﷺ ان میں موجود ہیں۔

دیکھئے یہ آیت مذکورہ آیت کی نظیر ہے اس آیت میں اس امر کی ضمانت دی گئی ہے کہ لوگ جتنے فسق و فجور کریں عذاب نہ آئے۔ اس پر جماہیر، مفسرین کا اتفاق ہے، عقل اس بات کو مانتی ہے کہ سابقہ اُمم کے گناہ کرنے پر اسی وقت عذاب الٰہی آجاتا تھا، لیکن یہ امت سابقہ اُمم سے کئی گناہ زیادہ گناہ کر رہی ہے لیکن عذاب نہیں آتا۔ لیکن اس آیت میں ضمانت دی گئی ہے کہ آپ ﷺ کا وجودِ مسعود اس کائنات میں موجود ہے حدیث پاک میں ہے: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا، میں دنیا و آخرت کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یہ حدیث مشہور ہے۔ لیکن امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ صرف ایک ہی رحمت ہیں۔

مسئلہ دوم:

صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ صرف مومنوں کے لئے رحمت ہیں، آپ کی رحمت کفار و مشرکین کے لئے نہ ہے اور آپ کی رحمت آخرت میں کسی کو فائدہ نہ دے گی، فرقہ معتزلہ کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اجماع امت کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد رسول اللہ ﷺ ساری مخلوق سے بھی افضل ہیں اور ملائکہ سے بھی افضل ہیں اس لئے ملائکہ تمام مخلوق آپ کی رحمت میں داخل ہیں، لیکن امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس کے خلاف ہیں ان کی عبارت یہ ہے:

المسائلة الثالثه: وَتمسکُوْ هذَا الأية فِیْ انّهَا افضل من الْمَلا ئکةِ قالُوْ، لنَلَ الْمَلا ئکةُ مِنَ الْعَالمِیْنَ مُوجب بِحُکْمِ هذَا الايَة اَنْ یَکُوْنَ عَلَیْهِ السّلام رحمة الْمَلا ئکة موجب اَنْ یَکُوْنَ اَفْضَلَ مِنهُمْ وَالجواب. اَنّهَا مَعَارِضٌ . بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی فِی حَقِ الْمَلا ئکه وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلّذِیْنَ امَنُوْ . وَذٰلکَ رَحْمتا مِنهُمْ فِیْ حَقِ الْمُؤمِنِیْن، وَالرَّسُوْلُ عَلَیْهِ السَّلام، دَاخلَ فِیْ الْمُؤمِنِیْن، وَکَذ، قَوْلَهٗ تعالٰی: اِنَّ اللهَ وَمَلٰئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ.

تیسرا مسئلہ:

انہوں نے دلیل پکڑی اس آیت سے اس بارے میں کہ آپ ﷺ افضل ہیں ملائکہ سے، انہوں نے کہا اس لئے کہ ملائکہ عالمین میں سے ہیں، پس اس آیت کے حکم سے لازم آیا کہ آپ ﷺ، رحمت ہیں ملائکہ کے لئے تو اس سے لازم آیا کہ آپ ان سے افضل ہیں۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ یہ معارض کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے جو کہ فرشتوں کے بارے میں آیا ہے کہ وہ استغفار کرتے ہیں مومنین کے لئے اور یہ رحمت ہے مومنین کے حق میں فرشتوں کی طرف سے اور رسول ﷺ داخل ہیں مومنین میں اور اسی طرح قول ہے اللہ تعالیٰ کا:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ

ترجمہ:

ہمارا کلام امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے دعویٰ کے معارض ہے۔

جواب:

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے مذہب معتزلہ کی تائید کی ہے اور جو دلائل دیئے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ملائکہ افضل ہیں اور دعوی میں آیت یہ پیش کی ہے کہ ملائکہ مومنین کے لئے استغفار کر رہے ہیں اور یہ آیت بھی اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ پیش کی ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں بطلان لازم آتا ہے۔ کیونکہ اسی آیت میں یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ہے کہ ملائکہ آپ کے لئے رحمت مانگ رہے ہیں۔ تو راحم، مرحوم سے افضل ہوتا ہے اور فرشتے آپ کے لئے رحم ہوئے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کو اگلا جملہ بھول گیا ہے کہ ارشاد ہے: یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ پھر تو ساری امت آپ سے افضل ہوئی۔ ایسا خیال وعقیدہ کفر ہے اور تو یہ لازم آتی ہے۔ اگر دعا ہی فضیلت کا نتیجہ ہے تو ارشاد ہے کہ کھو اے ہمارے پروردگار، ان دونو پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے۔

کہ کیا کوئی ذی شعور عقل اس بات کو پسند کرے گا کہ والدین سے بیٹا افضل ہے۔ حالانکہ اس آیت میں والدین کے لئے دعا مانگنا لازمی حکم ہے۔ پھر تو امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دعا ہی فضیلت کا نتیجہ ہے اور اولاد، والدین سے افضل ہے بالکل باطل ہے۔ آپ کی شان میں قرآن میں ایک ایسا حکم آیا ہے کہ آپ کے بغیر نہ کسی نبی کے لئے ہے، نہ ملائکہ کے لئے ارشاد ہے: وَرَفَعْنَالَکَ ذِکْرَکَ شان ہے۔ اونچا تیرا ہے مقام اونچا تیرا، یاد رہے اللہ کے بعد سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کو افضل مانتا ہے وہ کافر ہے، اہل اسلام کا یہی عقیدہ ہے۔

تو ایسا یہ عبد ایسا عبد مقدس ہے جو کہ رحمت اللعالمین ہے۔ جو اللہ تعالیٰ جو رفعت منزل آپ کو عطا کی ہے وہ کسی کو عطا نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرایا۔ معراج کی دو قسمیں ہیں۔ معراج عالم ظاہری اور معراج عالم روحی، جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ معراج کی بداحت قرآن سے ثابت ہے۔ وجودِ معراج کا انکار نص کا انکار ہے۔ پھر نظریات ہیں۔ کسی کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم خواب کے اندر معراج پر گئے اور کسی کے نظریئے میں یعنی بمعہ جسم آسمان پر تشریف لے گئے۔

ہمارے علماء نے جسمانی معراج کے انکار کو فسق کہا ہے۔ جو فقیر آئندہ

اوراق میں بیان کرے گا۔اب جو یہ بیان کیا تھا۔معراج عالم ظاہری اور معراج عالم روحی، معراج عالم ظاہری۔یعنی عالم شہادت کو تشریف لے گئے۔عالم شہادت کسے کہتے ہیں؟ یعنی تمام زمینیں اور سات آسمان اس کو عالم شہادت کہا گیا ہے۔یعنی شہادت کا مقصد یہ ہے کہ جن پر اجسام کا اطلاق ہو سکے۔یعنی عالم شہادت سے عالم غائب کو تشریف لے گئے۔یہ عالم غائب سِدرَۃُ المنتھا تک ہے۔ سِدرَۃُ المنتھا سے غیب الغیب کو تشریف لے گئے جو جلال ربانی کی بارگاہ غیب الغیب ہے ایسی دقیق بحث جلد اول سراج منیر سورۃ فاتحہ میں ہو چکی ہے۔اس فصل میں کہ نماز عارفوں کی معراج کیونکر ہوئی۔اب یہ بات واضح ہوگئی کہ معراج دو قسم پر ہے۔اب لفظ عَبدِہٖ کے بعد لفظ ہے، مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَام۔

یہ مسجد حرام کعبۃ اللہ ہے۔تمام مساجد سے اس کی فضیلت اعلیٰ ہے اور حضور ﷺ کے معراج کا سفر مسجد حرام سے ہوا۔یعنی معراج شریف کا واقعہ مکہ مکرمہ میں رونما ہوا اور اعلان نبوت کے دو سال بعد۔اب یاد رہے معراج کا معنی کیا ہے۔ معراج کے معنی سیڑھی کے ہیں۔یعنی پہلے سرکار ﷺ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کو تشریف لے گئے اور مسجد اقصیٰ سے عالم بالا کو تشریف لے گئے۔یعنی عالم بالا کو چڑھے تو یہ ہے معنیٰ معراج کے یعنی تین لفظ ہیں:

۱۔ معراج ۲۔ اسرار ۳۔ اعراج

یعنی اسرار بھی ''سیر'' یعنی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک معراج ہے۔آگے عالم بالا یعنی سِدرَۃُ المنتھا تک اسرار ہے۔آگے عرش تک اعراج ہے۔اب اس امر پر بحث۔

نبی پاک ﷺ اس معراج کو بمعہ جسم اطہر تشریف لے گئے یا عالم خواب کے اندر۔

حضرت مجاہد اور نافع اور ہاشم بن بشیر، منفی تفسیر ابی محشر اور شیخ محمد بن حجاج اور شیبا بن عباد اور تفسیر مخلد، فاری اور کشاف، کبعی اور تفسیر جوینی نے۔ ان سب نے یہ کہا ہے کہ نبی پاک ﷺ کو معراج عالم خواب میں ہوئی۔ انہوں نے اپنے دعویٰ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کو اختیار کیا ہے۔

مائی صاحبہ فرماتی ہیں کہ جس نے یہ کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے جسم کے ساتھ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کو گئے بمعہ جسم کے۔ انہوں نے نبی پاک ﷺ کی ذات پر جھوٹ باندھا۔ اللہ کی قسم اس رات حضور ﷺ کا وجود کہیں گم نہیں ہوا۔ نیز مائی صاحبہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی جو اسی سورت بنی اسرائیل میں ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔ نہیں کیا ہم نے خواب وہ جو ہم نے آپ ﷺ کو دکھایا۔ اے حبیب پاک ﷺ مگر فتنہ لوگوں کے لئے۔ اس آیت کو وہ اپنے دعویٰ میں پیش کرتے ہیں۔ اس میں لفظ رُءیَا ہے اور اس کے معنی خواب کے لئے گئے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی اصحاب نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے سعید بن یحیٰ سے یہی کہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف سے یہی فرمایا۔ مذکورہ بالا آیت سے آئندہ اوراق میں بحث ہوگی۔ ہمارے اصحاب جنہوں نے نبی پاک ﷺ کے جسمانی معراج کا اقرار کیا ہے۔ حضرت ابی بن کعب، امام محمد باقر، ابوالعالیہ، مسروق، محمد بن سیرین، اسود بن یزید تابعی، قیس بن مسلم کوفی، عطا بن رباح، امام جعفر صادق، قتادہ بن دعامہ، عطا خراسانی، ابراہیم نخعی، علی بن طلحہ، مقاتل، ابن عباس، شکیل بن عباد، شیبہ

بن عباد، عبداللہ بن سنان بن ثور، ابن عبادہ، امام وکیع، ابونصر کلبی، خزینۃ القرآن، محمد بن مصطیر قطرب، علی بن مدینی، یذید بن ہارون، بحار القرآن، تجود القرآن، الافوی، ابن مردوی، ابن منذر، ابی حمزہ، تنزیل القرآن، الفرقان، نور القرآن، حقائق الاسلام، اسباب النزول، الرحمٰن، البینت، موعظۃ القرآن، المہیمن، تبیان القرآن، احسن البیین، فضائل القرآن، اسباب النزول، حکمت القرآن، ابرہان، فتح المبین، جواہر المبین، خلاصۃ التفاسیر، ذکر المبین، خصائص القرآن، الفوائد المستغناء، میراں جیو، انوار التنزیل، محمد عبداللہ، ابن میراں جیو، تفسیر کبیر، مدارک، ناخازن، مظہری، رضی اللہ عنہم اور وغیرہ مفسرین نے یہ بات اکثریت سے فرمائی ہے کہ نبی پاک ﷺ کو بمعہ اپنے جسم اطہر معراج ہوئی۔ اگر خواب میں ہو تو پھر اعتراض کیونکر۔ خواب تو ہر شخص کو آیا ہے اور خواب میں وہ بڑی بڑی بلندی طے کرتا ہے۔ تو جن کفار اور منکری نے معراج کا انکار کیا تو یہ بات جسم پر دال تھی۔ تو اس وجہ سے انکار کیا۔

اگر حضور ﷺ معراج کو عالم خواب قرار دیتے تو کافروں نے انکار نہیں کرنا تھا۔ اب سب کو عقلی دلیل جو جدید تقاضوں پر مبنی ہے۔ اب ایک بہت بڑا سائنس دان کہتا ہے کہ جب ہمارا سیارہ پہلی مرتبہ چاند پر پہنچا تو وہاں چاند کے اندر ایک دراڑ دیکھی جو مسلمانوں کی بات حق ہے کہ نبی پاک ﷺ سے معجزہ شقُ القمر ظہور ہوا ہے۔

2- اب سائنس دان یعنی چاند، سورج، مریخ پر جانے کا تہیہ کر رہے ہیں۔ وہ چاند پر پہنچ چکے ہیں تو سائنس دان کہتا ہے کہ چاند پر پہنچا ہمارے لئے دشوار تھا۔ ہم نے واقعہ معراج کو اپنا شواہد بنایا۔ اس سے ہم نے تجزیہ کیا تو ہم چاند پر پہنچ گئے۔ اب یہ کوئی نہ کہتا کہ وہ سیارہ اور انگریز خواب میں چاند پر

پہنچے ہیں۔ لیکن خواب والی بات کوئی تعجب نہیں لیکن دنیا کو اس بات نے حیرت میں ڈال کر اپنا لوہا منوالیا ہے کہ وہ چاند پر بمعہ جسم پہنچ گئے ہیں۔

صرف وہی نہیں گئے ان کا بنایا ہوا مصنوعی سیارہ بھی چاند پر پہنچا ہے۔ تو ان کا چاند پر پہنچنا یہ قصہ معراج کا عکس ہے اور یہ نبی پاک ﷺ کے جسمانی معراج کی سائنسی دلیل ہے۔ اب معترضین کے اعتراضات باطل ہو گئے۔

-3 اس سے ثابت ہوا ہے کہ نبی پاک ﷺ کا معراج جسمانی ہوا۔

-1 ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ یہ لفظ عَبْد کا اطلاق روح پر ہے؟ یا روح مع الجسد پر ہے۔ ظاہر ہے جب روح ''جسم'' میں داخل ہو گا تو اس وقت اس کو بندہ کہا جائے گا۔ یعنی بندہ ہونے کے لئے روح اور جسم لازم وملزوم ہیں۔ اکیلے روح کو کبھی کسی نے بندہ نہیں کہا بلکہ روح کو جسم میں داخل ہونے پر بندہ کہا جاتا ہے۔ قرآن میں کہیں ایسا نہیں آیا کہ صرف روح کو بندہ کہا گیا ہو۔ بلکہ روح کو جسم میں موجود ہونے سے بندہ کہا گیا ہے۔

قرآن میں یہ ارشاد ہے: اے موسیٰ! کہ تم میرے بندوں کو رات کو سیر کے لئے لے نکلو۔ چنانچہ یہ موسیٰ علیہ السلام کو خواب ہے یا کہ وہ بندے ظاہری شکل میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشریف لے گئے۔ اس آیت میں بِعِبَادِہٖ ہے۔ دیکھو یہ عبد کی جمع ہے جو روح اور جسم پر وارد ہے۔ جن مخالفین نے یہ کہا ہے کہ خواب کے اندر معراج ہوئی ان کو چاہئے کہ وہ اس قسم کی آیت پیش کریں۔ ان کا دعویٰ سچا تب ہوتا۔ ارشاد یوں ہوتا کہ پاک ہے وہ ذات جو اس روح کو لے گیا راتوں رات لیکن ایسا ہرگز نہیں۔

مخالفین کا ایک اور اعتراض:

بندوں کا اطلاق صرف انسانوں پر نہیں بلکہ فرشتوں پر بھی ہے۔ ارشاد ہے بلکہ وہ بندے جو عزت کیے ہوئے ہیں۔ دیکھئے اس آیت میں بھی عِبادٌ کا لفظ ہے۔

جواب:

فرشتے بسیط ہیں یا مرکب؟ تمام عقلا کا فیصلہ ہے کہ ملائکہ بسیط ہیں۔ لیکن ان پر یہ لفظ ان کی عبادت کی وجہ سے آیا ہے بلکہ ان کی ہیت پر یہ لفظ ہے ان میں روح کا لفظ نہیں ہے۔ روح اور جسم یہ اطلاق مناطقہ کے نزدیک مکلّف پر ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ان کا یہ اعتراض میں غلطی سے یا انہی پر ہے۔ اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جواب کیا ہوگا۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے اپنی تفسیر بحر العلوم میں دو جواب فرمائے ہیں۔ جن کو بعد والے اکثر مفسرین نے بڑا سراہا ہے۔

1- جیسے امام موصوف فرماتے ہیں۔ جب معراج شریف کا واقعہ ہوا تو اس وقت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ پیدا نہیں ہوئی تھیں۔ اگر مان لیا جائے کہ پیدا ہو بھی گئی ہوں تو ان کا بچپن ہوگا۔

2- اگر اس قوت کو صادق مان بھی لیا جائے تو کوئی ہرج نہیں کیونکہ جب نبی پاک ﷺ معراج پر تشریف لے گئے نہ آپ ﷺ کو کسی نے جاتے دیکھا نہ آتے دیکھا۔ جب کسی نے نہیں دیکھا تو مائی صاحبہ نے کیسے دیکھا؟ مائی صاحبہ کے قول کو یوں محمول کرتے ہیں کہ سرکار کا تشریف لے جانا کسی انسان نے نہ دیکھا یعنی وہ آنکھ جھپکنے سے پہلے گئے بھی اور آئے بھی۔

مسند احمد بن حنبلؒ میں ہے کہ آپ ﷺ نے امام احمد بن حنبل نے امام محمد باقر کے جواب کو سراہا۔

بقیہ رہی وہ بات جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آیت پیش کی تھی جس میں لفظ رؤیاء ہے۔ اس رؤیاء سے کچھ مفسرین نے خواب بیان کیا ہے کہ رؤیاء خواب کو کہتے ہیں۔

جواب:

رویا کا لفظ دیکھنے پر ہے۔ چاہے خواب دیکھا جائے یا ظاہری کچھ دیکھا جائے۔ تمام لغت دانوں نے یہی معنی کیا ہے۔

لیکن یہ آیت سیاق وسباق کے اعتبار سے معراج کے واقع میں ظاہر نہیں ہوتی۔ مفسرین کی ایک جماعت نے یہ کہا کہ حضورِ اقدس ﷺ کو 37 معراج ہوئے۔ بہر حال اکثریت مفسرین نے اس آیت کو واقعہ معراج سے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور انہوں نے سیاق وسباق کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے اور ایک جماعت مفسرین کی یہ کہتی ہے کہ اس میں نبی پاک ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے عجائبات دیکھے۔ بہر حال مسند امام شہاب بن زہری میں ہے: فرماتے ہیں کہ میں نے گیارہ سو صحابہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کی بابت دریافت کیا کہ کیا یہ آیت بھی آپ کے واقعہ معراج کے اندر ہے؟ فرمایا نہیں۔ فرمایا، میں نے اللہ تعالیٰ کے اور عجائبات دیکھے جو کہ ایک اور معراج تھے۔ فرمایا اس میں تم میرا خواب نہ سمجھنا۔ اس حدیث سے بھی ان مفسرین کی تائید ہوتی ہے۔ جنہوں نے یہ فرمایا کہ یعنی یہ آیت ظاہر کے دیکھنے پر محمول ہے۔ گویا خواب نہیں۔

حضرت امام شہاب بن زہری فرماتے ہیں کہ میں نے اسماعیل سے دریافت کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو اس سے حضور ﷺ کا خواب مراد لیتے ہیں۔

اسماعیل نے جواب دیا کہ میں نے ابن عباس کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنا ذاتی خیال ہے۔ انہوں نے رؤیاء کے معنی خواب ہی سمجھ لئے ہیں۔

فرمایا کہ یہ دونوں کو لازم ہے خواب کو بھی اور ظاہر کو بھی۔ نیز فرمایا اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے رات کو خواب دیکھا تو اس میں بھی دیکھنے کا لفظ ضرور آئے گا۔ یعنی اس سے صرف دیکھنا مراد ہے۔ گویا کہ لفظ رؤیاء دیکھنے پر محمول ہے۔ چاہے خواب دیکھا جائے یا ظاہری کچھ دیکھا جائے۔

اگر رؤیاء کو صرف خواب ہی پر محمول کیا جائے تو یہ لغت کے خلاف ہوگا۔ لغت کی اصل روح ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ قرآن کریم میں یہ لفظ ظاہر کے دیکھنے پر آیا ہے۔ رؤیاء خود مصدر ہے۔ اس کی ماضی رء ہے۔ اس کے معنی دیکھا۔ رؤتا مصدر ہے۔ اس سے ان مفسرین کا دعویٰ ہرگز پورا نہیں ہوتا۔ جنہوں نے اس سے مراد خواب لیا ہے اور بلکہ یہ ان مفسرین کا دعویٰ دلائل قویہ سے ثابت ہوتا ہے۔ جنہوں نے اس کے معنی ظاہر دیکھنے کے کئے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جو نبی پاک ﷺ کے ظاہری معراج جسمانی بیان کرنے کے گروہ کے صدر ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دلیل کو قطعاً نہیں مانتے کیونکہ یہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے ہیں اور انہوں نے واقعہ معراج کو تھوڑا سنا ہے۔

اب اس امر کی جانب کہ رسول اللہ ﷺ کے معراج کا آغاز کہاں سے شروع ہوا؟ مختلف روایات ہیں۔ مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ حضور ﷺ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق اپنی پھوپھی ام ہانی کے گھر جلوہ فرما تھے۔ ان کا گھر مسجد حرام کے قریب تھا۔ یہاں سے سرکارِ دو عالم ﷺ تشریف لے گئے۔ حضرت ابو العالیہ، ابی بن کعب، اسود بن یذید تابعی اور قیس بن مسلم کوفی، کافی مفسرین نے اسی قول کے قائل ہیں۔ کتب سنن میں بھی کافی اسی قول کو اختیار کیا گیا ہے۔

حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مجموعہ سے بیان کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس رات سرکار دو عالم ﷺ مسجد حرام میں عبادت فرماتے تھے کہ وہاں جبریل آیا لیکن اس بحث سے پہلے عرض کر دوں کہ ام ہانی والی روایت یوں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اس رات حضرت ام ہانی کے گھر جلوہ فرما تھے اور حضرت جبریل امین اس رات کو یعنی اس کمرے کی چھت سے داخل ہوا جس پر کھجور کی چھت تھی۔ حضور ﷺ آرام فرما تھے۔ جبریل علیہ السلام نے آ کر آپ کے پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔ حضور ﷺ استراحت سے اٹھے تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ کو مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمانوں کی سیر پر بلایا ہے باہر فرشتوں کی ایک جماعت ہے اور ایک براق بھی ہے۔ آپ اٹھے وضو فرمایا اور دو رکعت نفل پڑھے اور پھر براق پر سوار ہوئے۔ یہ مشہور روایت ہے۔ اب وہ روایت مذکورہ بالا پیش کی جا رہی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس رات حضور ﷺ مسجد میں عبادت فرما رہے تھے تو جبریل علیہ السلام آئے اور براق کو باہر باندھا اور آ کر آپ کی بارہ گاہ میں ادب سے سلام عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر

بلایا ہے اور فرشتے بھی باہر ہیں اور سفید رنگ کا براق بھی باہر کھڑا ہے اور یہ اتنا تیز ہے کہ تمام جنت کے براق اس پر ناز کرتے ہیں۔ اس جیسا تیز کوئی نہیں۔ حضور ﷺ نے غسل فرمایا اور دو رکعت نفل پڑھے۔ جبریل نے رکاب کو تھاما اور حضور ﷺ جلوہ گر ہوئے۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اپنے دعویٰ میں ان دونوں احادیث کو برحق تسلیم کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں پہلی حدیث میں تھوڑے سے لفظ زائد ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ حضور ﷺ یعنی پہلے کچھ دیر ام ہانی کے گھر استراحت فرمائی ہو کیونکہ وہ مسجد کے قریب گھر ہے۔ جبریل علیہ السلام نے چھت سے داخل ہو کر آپ کو جگایا ہو۔ اور پھر آپ سیدھے پہلے مسجد میں تشریف لے گئے ہوں یعنی وہاں نفل پڑھے۔ پھر سفر کا آغاز فرمایا۔ اکثر احادیث میں یہ ہے کہ جب تم اپنے گھر سے سفر کے لئے جاؤ تو پہلے مسجد میں دو رکعت نفل پڑھ کر شروع کرو۔ اگر مسجد دور ہو تو پھر گھر میں پڑھ کر شروع کرو۔ یہ بات قاعدہ کے مطابق ہے کہ حضور پاک ﷺ اتنے بابرکت عظیم سفر پر تشریف لے جا رہے تھے۔ یعنی ایسے سفر میں نہ کوئی گیا ہے اور نہ ہی کوئی جا سکتا ہے۔ تو پہلے آپ نے مسجد حرام میں نفل ادا فرمائے۔ مسجد حرام ام ہانی کے گھر کے قریب تھی۔ امام موصوف فرماتے ہیں کہ جبریل کے جگانے کے بعد آپ نے پہلے ام ہانی کے گھر ہی غسل فرمایا اور پھر مسجد میں ہی نفل ادا فرمائے۔ پھر براق پر سواری فرمائی فقیر نے امام موصوف کے فیصلے کو بہت پسند کیا ہے۔ کافی مفسرین نے اسے سراہا ہے۔

قرآن کی اس آیت سے بھی اشارہ ملتا ہے کہ من المسجد الحرام یہ مِن ابتدائی ہے تو ظاہر ہے کہ سفر کا آغاز مسجد حرام سے ہوا۔ اگر ام ہانی کے گھر سے مان لیا جائے تو بھی یہ مکان مسجد حرام کے بالکل قریب تھا۔

بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ ام ہانی کا گھر مسجد حرام کے پاس تھا اور اس گھر کو مسجد کے قرب کی وجہ سے شرف بخشا۔ اس کو مسجد حرام کے ساتھ تعبیر کرتے ہوئے اس سفر کے آغاز کو مسجد حرام سے آغاز کیا۔

بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کا سفر جسمانی تھا اور آسمانی سفر جو ہے یہ خواب میں ہوا۔ لیکن ان کی یہ دلیل کمزور ہے۔ کیونکہ یعنی مسجد حرام سے یعنی مسجد اقصیٰ کو جب پہنچے تو وہاں حضور اکرم ﷺ نے نیند کرنا شروع کر دی ہوگی۔ ان کو یہ جواب دیا جاتا ہے کہ قرآن نے اس کو لیل نہیں فرمایا۔ بلکہ لیلاً فرمایا۔ اس میں نون تنوین کا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رات کا کچھ حصہ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سفر کا آغاز مسجد حرام سے خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ وقت عین تہجد کا ہے۔ مسند شہاب بن ظاہری میں ہے۔ امام شہاب بن زہری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے سنا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے سنا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرا سفر رات کے کچھ حصے کو ہوا۔ جو دھاگہ سفید ابھی کالے سے ظاہر نہیں ہوا تھا۔

یاد رہے کہ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اپنی تفسیر میں حضرت علی کے قول کو سمجھتے ہیں کہ وہ روایت جو اوپر ذکر ہو چکی ہے کہ ام ہانی کے گھر آرام فرماتے وہ روایت موضوع ہے۔ امام باقر رضی اللہ عنہ کا یہ قول مستند ہے۔ بخاری شریف میں حدیث ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ معراج کی شب کو آپ کو کعبۃ اللہ سے بلایا گیا۔ آپ وہاں سوئے ہوئے تھے۔ اگلے نے پوچھا ان میں سے۔ اخیر والے نے جواب دیا یہ سب سے بہتر ہیں اور درمیان والے نے بھی یہی کہا۔ پھر ان کے لے چلو۔ بس اس رات تو اتنا ہی ہوا۔ تینوں پھر دوسری رات آئے۔ آپ سو

رہے تھے۔ آپ کا سونا اس طرح کا تھا کہ دل جاگ رہا تھا اور آنکھیں نیند کر رہی تھیں۔ تمام انبیاء علیہ السلام کی نیند ایسی ہے۔

تیسری رات انہوں نے آپ ﷺ سے کوئی بات نہ کی۔ آپ کو اٹھا کر آب زم زم کے پاس لٹا دیا اور آپ کا سینہ جبریل علیہ السلام نے گردن تک چاک کیا اور ان میں جو چیزیں تھیں وہ نکال لیں اور ان کو آب زم زم کے پانی سے خوب دھویا۔ پھر ایک سونے کا طشت لایا گیا۔ ان میں سونے کا ایک پیالہ تھا۔ جو حکمت ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ اس سے آپ ﷺ کے سینے کی اور گردن کی رگوں کو پر کر دیا۔ پھر سینے کو سی دیا گیا۔ پھر آپ کو آسمانی دنیا پر لے کر چڑھے وہاں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھٹکھٹایا۔ فرشتوں نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ میں جبریل ہوں تیرے ساتھ کون ہے۔ فرمایا حضرت محمد ﷺ۔ انہوں نے کہا کہ بلوائے گئے ہیں؟ فرمایا ہاں! انہوں نے کہا کہ مرحبا تمہارا آنا خوش آمدید اور آسمانی فرشتے یہ کچھ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کو مخلوق زمین پر بھی ہے جب تک ان کو معلوم نہ کرا دیا جائے۔ پھر آپ کو فرشتے آسمان پر لے گئے۔ آپ نے وہاں حضرت آدم علیہ السلام کو پایا اور سلام کیا جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یہ تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ ان سے ملاقات کیجئے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کو خوش آمدید کہا اور کہا میرے اچھے بیٹے۔ وہاں دو نہریں جاری تھیں۔ آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون سی نہریں ہیں؟ عرض کیا کہ یہ فرات اور نیل کی ہیں پھر آپ ﷺ کو آسمان میں لے چلے وہاں آپ ﷺ نے ایک اور نہر دیکھی جس میں لولو اور موتیوں کے بالا خانے تھے۔ جس کی مٹی خالص مشک تھی۔ پوچھا یہ کون سی نہر ہے؟ جواباً عرض کیا یہ نہر کوثر جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے تیار کر رکھی ہے۔

پھر آپ ﷺ کو دوسرے آسمان پر چڑھایا گیا وہاں بھی آسمان اول کی طرح فرشتوں نے اس طرح کہا پھر تیسرے آسمان پر پھر بھی اسی طرح کہا۔ پھر چوتھے آسمان پر یعنی انہوں نے بھی آسمان تیسرے اور دوسرے کی طرح۔ پھر آپ ﷺ پانچویں آسمان پر چڑھے۔ پانچویں آسمان والوں نے بھی چوتھے کی طرح۔ پھر چھٹے آسمان پر چڑھے۔ انہوں نے پانچویں والوں کی طرح۔ پھر ساتویں آسمان پر چڑھے انہوں نے بھی چھٹے آسمان والوں کی طرح۔ آپ ﷺ فرمایا کہ مجھے ہر آسمان پر نبیوں علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ جن کے نام حضور اکرم ﷺ نے مجھے بتلائے جن میں سے مجھے یہ یاد ہیں کہ دوسرے آسمان میں حضرت ادریس علیہ السلام اور چوتھے آسمان میں حضرت ہارون علیہ السلام۔ پانچویں والے کا نام مجھے یاد نہیں۔ چھٹے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ساتویں میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ۔ جب آپ یہاں سے اونچے چلے تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میرا خیال تھا کہ مجھ سے کوئی بلند نہیں اب آپ ﷺ اس بلندی پر پہنچے کہ اس بلندی کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

آپ سدرۃ المنتہا تک پہنچے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے اتنے قریب ہوا کہ جیسے دو کمان آپس میں قریب ہیں۔ اس سے بھی کم فاصلہ تک۔ پھر آپ کی طرف وحی ہوئی اے حبیب ﷺ آپ کی امت کے لئے دن رات میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ حضور اقدس ﷺ جب واپس تشریف لائے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روکا۔ عرض کیا کیا حکم ملا ہے؟ فرمایا کہ پچاس نمازیں فرض ہوئی ہیں۔ عرض کی کہ یہ آپ ﷺ کی امت کی طاقت سے باہر ہیں۔ گویا آپ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طف دیکھا۔ اس طرح کہ ان سے مشورہ کر رہے ہیں عرض کیا کہ کیا حرج ہے تشریف لے جائیے۔ آپ اپنی جگہ پر تشریف لے گئے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ اے اللہ! یہ میری امت کی طاقت سے باہر ہے۔ تخفیف فرمایئے۔ حکم ہوا دس معاف کر دی ہیں۔ واپس آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر روکا۔ کہا کہ پھر تشریف لے جایئے۔ آپ ﷺ پھر تشریف لے گئے۔ اسی طرح جاتے آتے رہے۔ جب پانچ بچیں تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ ﷺ کی امت کی طاقت سے باہر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب مجھے اپنے رب سے حیا آ رہا ہے کہ میں کافی دفعہ گیا آیا ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر جایئے۔ آپ ﷺ تشریف لے گئے۔ پھر عرض کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے محبوب ﷺ میرا قول نہیں بدلتا کیونکہ ''ام الکتاب'' میں میں نے پانچ لکھی تھیں اور پچاس ثواب کے لئے مقرر کی تھیں۔ جب آپ ﷺ واپس آئے تو موسیٰ علیہ السلام نے پھر پوچھا۔ کہا یہ پچاس ثواب کے لئے مقرر تھیں اصل پانچ تھیں۔ دس نیکیوں کا وعدہ کیا گیا ہے۔ فرمایا اصل پڑھنے کے اعتبار سے پانچ تھیں اور ثواب کے اعتبار سے پچاس تھیں۔ یہ سوال منظور ہو چکا ہے اور یہ پختہ وعدہ ہو گیا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں اپنی امت کا تجربہ کر چکا ہوں۔ انہوں نے اس سے ہلکے احکام کو بھی ترک کر دیا تھا۔ آپ پھر جایئے اور اپنے پروردگار سے کمی طلب کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے شرم سی ہوتی ہے کہ میں گیا اور آیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ بسم اللہ کیجئے تشریف لے جایئے۔ آپ جاگے تو مسجد حرام میں تھے۔

یہی حدیث امام بخاری نے صحیح بخاری میں باب صفۃ النبی اور باب التوحید میں نقل کی ہے۔

یہی روایت شریک بن عبداللہ ابونمر نے بھی بیان کی ہے۔ لیکن اس حدیث کے آخری الفاظ میں شریک نے اس سے اضطراب کیا ہے کہ حافظہ کی کمزوری ہوئی۔ حافظہ کی کمزوری کے سبب ان محدثین نے اس واقعہ کو خواب بیان کیا ہے۔

یہی روایت امام شہاب بن زہری رضی اللہ عنہ نے اپنی مسند میں نقل کی ہے۔ جو انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے خود ملاقات کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ حضرت انس نے فرمایا آخر میں کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ بسم اللہ کیجئے تشریف لے جایئے تو فرمایا کہ میں اپنی اصل حالتؐ میں جہاں سے چلا تھا یعنی بیت اللہ میں۔ وہیں پہنچا۔

یہی روایت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی کے مجموعہ سے اور مستند حضرت عثمان غنی سے بیان کرتے ہیں۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو مجھے عثمان رضی اللہ عنہ کی مسند اسے روایت ملی ہے اس میں کچھ تضاد ہے یعنی جو سینہ گردن تک چاک ہوا۔ اس میں سے جو کچھ نکالا گیا پھر اس کو دھویا گیا۔ فرمایا یہ الفاظ اس مسند میں نہیں سینہ چاک ہونے پر کئی توضیحات ہیں:

1- کہ نبی کریم ﷺ بتقاضاء بشری میں جو امر بشر کو مقتضی ہیں وہ حضور ﷺ کے لئے لازم تھے اور آپ ﷺ کا سینہ تین مرتبہ چاک کیا گیا۔ پہلی مرتبہ جب آپ دائی حلیمہ کے پاس تھے۔ آپ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کے ساتھ آئے۔ حضور ﷺ کو لٹایا، سینے کو گردن تک چاک کیا اور اس میں سے دل اور باقی چیزوں کو نکالا گیا۔ پھر اس کو دھویا گیا پھر سونے کے پیالے سے سی دیا گیا پھر دوسری مرتبہ سینہ چاک کیا گیا۔ معراج شریف کی رات، جب پہلی مرتبہ کھولا گیا تو آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب جبریل علیہ السلام نے میرے دل کو نکالا تو میں دیکھتا رہا۔

اس طرح تیسری مرتبہ بھی سینہ چاک کیا گیا یعنی شک صدر ہوا۔ مسئلہ شق صدر میں علماء فلاسفہ کے ایک گروہ نے یہ توضیح ثابت کی ہے:

1- کہ جب کسی کا سینہ چاک کیا جائے گردن تک پھر دل اور لوتھڑا کو باہر نکالا جاتے تو ممکن نہیں کہ وہ انسان زندہ بچ سکے۔

2- یا دل نکالنے کے وقت اس کو ہوش رہ سکے۔

3- یہ نبی پاک ﷺ کا کمال تھا کہ آپ ﷺ کے دل کو نکالا گیا اور آپ باقاعدہ اس کو دیکھتے رہے۔

4- یہ نبی پاک ﷺ کے حیات النبی ہونے کی دلیل ہے۔

5- انسان کی حیاتی کا تقاضہ دل کے ساتھ ہے اور وہ تقاضہ زندگی کا دل کا محتاج ہے۔

6- نبی کریم ﷺ کی ذات اتنی لطیف ذات ہے کہ نہ آپ دل کے محتاج ہیں نہ روح کے تو لہٰذا حضور پاک ﷺ کا جسم لطیف ہے۔

7- یہ تبقاضائے بشری تھا۔

8- آپ کے دل کو دھویا کیوں گیا؟ جب آپ ﷺ پاک تھے تو پاک کے دل کو دھونے کی کیا ضرورت یا یہ کہ اس وقت سے پاک ہوئے جب آپ ﷺ کا دل مبارک دھویا گیا۔

9- علماء فلاسفہ نے یہ جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ کا دل ناپاک نہ تھا۔ صرف وہ انسانی جو آلائش ہوتی تھیں ان کو دور کرنے کی خاطر جو کہ تبقاضائے بشری ہیں۔

10- آب زم زم کے پانی کو شرف بخشنا مقصود تھا۔ کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدموں سے آب زم زم جاری ہوا ہے اور آپ کے دل مبارک سے مس ہو کر مومنوں کے لئے شفا بن جائے۔ اس پانی کو واپس آب زم زم لوٹا دیا گیا۔

11- اس سے علماء فلاسفہ نے حضور ﷺ کی حیات النبی ہونا ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کا جسم اور روح دونوں لطیف ہیں شق صدر کے قائل بھاری جماعت مفسرین اور محدثین کی ہے۔

ایک بھاری جماعت مفسرین اور محدثین کی اس کے برعکس ہے۔ ان کے دلائل بیان کرنے سے قبل ایک ضروری مقدمہ۔

مقدمہ یہ ہے:

علماء فلاسفہ اور وہ جماعت بھاری جماعت مفسرین اور محدثین کی شق صدر کے قائل ہیں۔ اگر بخاری والی اسی روایت کو لیا جائے تو پھر اس کے آخر والا جملہ اس امر کی تائید کرتا ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تو خواب میں آسمانوں پر گئے۔ جب تھے ہی نیند میں تو شق صدر بھی نیند کی حالت میں ہوا ہوگا۔ تو حالت نیند میں جو شک صدر ہوا تو وہ تو پھر عالم رویا ہے۔ تو یہ تو خواب کی بات ہوئی۔ ظاہراً تو شق صدر نہ ہوا۔ تو پھر یہ روایت ظاہری معراج پر ممکن صحت کو نہ پہنچی۔ تو شق صدر بھی صحت کو نہ پہنچا۔

ایک اور مسئلہ:

علماء فلاسفہ کہتے ہیں کہ جب نبی پاک ﷺ کا پہلی مرتبہ سینہ چاک کیا گیا، دل کو نکال کر دھویا گیا تو آپ ﷺ کا جسم مبارک زیادہ لطیف ہوا۔

دوسری مرتبہ شق صدر ہونے سے آپ ﷺ انبیاء سے زیادہ ممتاز ہوئے۔

تیسری مرتبہ دھونے سے اللہ کا سب سے زیادہ قرب حاصل ہوا۔

ایک اور سوال:

جس طرح آپ ﷺ کا سینہ مبارک معراج کی رات کو خواب کے اندر شق صدر ہوا، ہوسکتا ہے کہ باقی دو مرتبہ بھی ایسا ہوا ہو۔

ایک اور جماعت کی دلیل:

کہ شق صدر ظاہری طور پر ہونا یعنی بغیر خواب کے یہ ثابت ہونا بہت مشکل ہے۔ یہ تینوں واقعات خواب میں ہوئے ہیں اور معتزلہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ کیونکہ ادھر مسند عثمان رضی اللہ عنہ کے اندر بحوالۂ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اس روایت میں شق صدر والی بات نہیں ہے۔ حضرت مقاتل بن سلیمان وابونصر کلبی اور دیگر مفسرین اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ معراج کی رات سے پہلے کا ہو۔

بہر حال اس کے پہلے ہونے سے یہ امر مُبہم ہے۔ اُدھر حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر **قولہٗ تعالیٰ سورۃ الم نشرح:**

ترجمہ:

اے حبیب پاک ﷺ کیا ہم نے نہیں کھولا آپ ﷺ کا سینہ۔ ہاں ہاں ضرور کھولا ہے۔ وہ بوجھ آپ سے اٹھالیا جو آپ کی پیٹھ کو توڑ رہا تھا۔

جن علماء نے اس آیت سے شق صدر بیان کیا ہے۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اس کے دلائل یہ بیان کرتے ہیں کہ نشرح جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ نَشْــرَحْ یَنْشَرِحُ اس کے معنی ہیں کھولنا۔

اگر چیز نامراد ہوتا ہے تو لفظ شق استعمال ہوتا۔ لیکن کھولنے اور پھاڑنے میں بڑا فرق ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اول سے مزکیٰ ہیں اور جو مزکیٰ ہو اس میں آلائش نہیں ہوتی۔

1- لفظ نَشْــرَحْ کی تفسیر فرماتے ہیں دوسرے الفاظ قرآنی میں دیکھئے اللہ رَبُّ الْعَـالَمِیْن فرماتا ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اس کو اور کھول دیتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے۔

دیکھئے اس آیت میں لفظ یَشْـرَح ہے۔ دیکھا جائے اگر پیغمبر ﷺ کا شق صدر ہوتا تو اس کا عموم ہوتا۔ یعنی ہر شخص اسلام پر آنے والے کا شق صدر ہوتا۔ لیکن اس عموم کا واحد مخصص نہیں ہوتا۔

2- اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو نقل کرتا ہے۔ عرض کیا اے میرے پروردگار میرے سینے کو کھول دے۔ اگر شق صدر ہوتا تو تمام انبیاء کا ہوتا۔

ان کا مطلب یہ ہے کہ بقیہ تمام انبیاء علیہم السلام کے دل شروع سے پاک تھے اور حضرت محمد ﷺ کے دل میں کیا آلائش تھی؟ اگر ایسا ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا شق صدر ہوتا۔

ارشاد باری تعالیٰ:

کیا پس جس کا کھول دے اللہ تعالیٰ سینہ اس کا اسلام کے لئے

پس وہی اپنے رب کے نور پر ہوتا ہے۔

دیکھئے اس میں عموم مطلق ہے کہ عام آدمی جو اسلام میں داخل ہو وہ بغیر شق صدر کے رب کے نور پر ہو جائے۔

تو حضرت محمد ﷺ شق صدر کے بغیر آپ کا دل پاک صاف نہیں ہے۔ اس کو دھونے کی ضرورت ہے۔ یہ عموم کے خلاف ہے اور وہ آیت اَلَمْ نَشْرَحْ اسی معنی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سینے کو علم کے لئے کھولا اور یہ جو ارشاد ہے وَوَضَعْنَا یہ ماضی وَزَنی یَذِنُو سے ہے۔ اس کے معنی غم اور فکر کے ہیں۔ اس کی دو تفسیریں ہیں:

1- کہ آپ ﷺ کو امت کا غم تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا محبوب ہم نے آپ ﷺ کے سینے کو علم کے لئے کھول دیا اور آپ امت کا غم کرتے تھے۔ اس غم کو اور بوجھ کو دور کر دیا گیا اور دوسری تفسیر کہ کفار نے جب آپ ﷺ کو پتھر مارے تو آپ ﷺ کو اس کی تکلیف ہو رہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا سینہ قرب کے لئے کھول دیا اور اس تکلیف کو جو آپ کی پیٹھ پر وزن تھا۔ نیز کیا آپ ﷺ کو کفار غم پہنچاتے۔ تو فرمایا ہم نے آپ کے سینے کو علم اور اپنے قرب کے لئے کھول دیا اور کفار جو آپ ﷺ کو تکلیف دیتے تھے وہ وزن آپ ﷺ کی پیٹھ مبارک سے اٹھالیا۔ آپ کو اتنا قرب حاصل ہو گیا کہ آپ ﷺ کی نبوت، نبوت آفتاب، عالم میں چمکا، جس کی چمک سے دوسروں کے دل بھی کھل کر اسلام میں چمک گئے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے

میرا دل چمکا دے چمکانے والے

مزید سورۃ اَلَمْ نَشْرَحْ کی تفسیر اپنی تفسیر میں خوب کروں گا۔

بھاری اکثریت جماعت مفسرین اور محدثین اسی امر کے قائل ہیں:

مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِی بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ

اِلَی الْمَسْجِدُ اس کے معنی میں مفسرین کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ نے یہ معنی کیا کہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور ایک گروہ نے یہ معنی کیا کہ مسجد اقصیٰ تک۔ بھاری مفسرین جماعت نے مسجد اقصیٰ کی طرف لکھا ہے۔ اگر معنی تک کا کیا جائے تو پھر یہ مقصد ہوگا کہ آپ ﷺ کا سفر صرف مسجد حرام تک ہے۔ جنہوں نے یہ معنی کیا ہے کہ مسجد اقصیٰ کی طرف انہوں نے اس کی اضافت مسجد کی طرف کی ہے۔ یعنی مسجد اقصیٰ اس سفر کے راستے میں ہے۔ سفر کی منزل آگے ہے۔ مسجد کے اردگرد برکتیں کیوں فرمائیں؟ مسجد خود برکت ہے۔ تو اس کے بیرون میں بھی برکات ہیں۔ وہ برکات کیا ہیں؟ مسجد کے اردگرد انبیاء علیہم السلام کی قبور ہیں۔

لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ؕ

نُرِیَهٗ جمع متکلم مضارع کا صیغہ ہے۔ اور یہ ''لام'' تاکید کے لئے ہے۔ ''هُوَ'' کی ضمیر کا مرجع حضور ﷺ کی طرف ہے۔ یہ لام تاکید اس لئے ہے کہ جو عجائبات ہیں وہ ذات باری تعالیٰ کی وہ سب کی سب نبی پاک ﷺ کو دکھانا مقصود ہے۔

اور آگے مِنْ اٰیٰتِنَا اس کو بعض نے مِنْ تبعیض کہا ہے اور بعض نے اس کو مِنْ استغراقیہ کہا ہے۔

عبدالقاہر جرجانی کہتے ہیں کہ جملے میں اگر اولاً لام تاکید کا ہو تو جملے کے آخر میں مِنْ استغراقیہ آئے گا۔ یعنی میں زائد کو اپنا سب کچھ دکھاؤں گا کہ وہ میرا دوست

ہے۔تو اس سے معلوم ہوا کہ اس میں مِنْ استغراقیہ بھی کہا جا سکتا ہے۔یعنی جنت میں جو کچھ تھا وہ سب کچھ آپ ﷺ کو دکھایا گیا۔حتی کہ اپنی ذات کو بھی دکھایا گیا۔

آگے ہے اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ اس هُوَ کی ضمیر کا مرجع کون ہے؟ اس میں علماء نے حضور ﷺ کو بھی مراد لیا ہے۔اللہ تعالیٰ کو بھی۔اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو مراد لیا ہے انہوں نے هُوَ کی ضمیر کا عطف لفظ سُبْحَان پر کیا ہے اور جنہوں نے حضور ﷺ کو مراد لیا ہے انہوں هُوَ کی ضمیر کا عطف بِعَبْدِهٖ پر کیا ہے۔ہمیشہ قریب والا مرجع زیادہ قوی ہوتا ہے۔

سُبْحٰن کی بہ نسبت لفظ عَبْدِهٖ زیادہ قریب ہے تو اس ذات عیون حق حق میں فنا ہوئی تو وہ ذات اس ذات کے لئے سمیع و بصیر تھی۔یعنی اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے لئے سمیع و بصیر تھا اور محبوب ﷺ اپنے مالک کے لئے سمیع و بصیر تھے۔

معراج کے لئے احادیث

حضرت شریک کی روایت جو بخاری میں ہے۔اللہ تعالیٰ اترا اور قریب ہوا۔ یعنی دو کمان کے قریب۔بلکہ اس سے بھی کم۔

یہی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مسند میں ہے۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گیارہ ہزار کے مجمع میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے میں اتنا قریب ہوا کہ بقدر دو کمان بلکہ

اس سے بھی کم ۔ یہی روایت مسند امام زہری میں ہے ۔ لیکن امام بیہقی حضرت شریک نامی راوی کی زیادتی بیان کی ہے ۔ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ابن مسعود، کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں ۔ وہ فرماتے ہیں اس رات حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا لیکن امام بیہقی نے مسند امام شہاب بن زہری کا مطالعہ نہیں کی ۔ اس کی بحث ہم آئندہ اوراق میں کریں گے ۔

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ حضرت ابوذر غفاری نے عرض کیا ۔ یا رسول اللہ ﷺ ۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، فرمایا وہ ایک نور ہے ۔ میں اسے کیسے دیکھتا ۔

حضرت ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نافع سے دریافت کیا ۔ حضرت ابوذر غفاری کے بارے میں کہ انہوں نے یہ حدیث فرمائی ہے ۔ جواب دیا کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے پوچھا ۔ حضرت ابوذر غفاری فرماتے تھے کہ ایک دفعہ جم غفیر صحابہ میں حضور ﷺ واقعہ معراج فرما رہے تھے تو میں نے پوچھا کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ میں دور بیٹھا تھا مجھے نور تک کا معلوم ہوا ۔ پھر میں نے دوبارہ قریب آ کر نہ پوچھا اس میں امام بیہقی کے راوی کی زیادتی ہے اور دوسری روایت میں ہے ۔

فرمایا میں نے نور دیکھا ۔ سورۃ نجم میں اس پر بحث کی جائے گی ۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کے مجموعہ میں پڑھا اور صحابہ سے بھی یہی روایت سنی ۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس براق لایا گیا جو گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا تھا ۔ جو ایک ایک قدم اتنی اتنی دور رکھتا تھا ۔ جتنی دور اس کی نگاہ

پہنچے۔ میں اس پر سوار ہوا۔ وہ مجھے لے چلا۔ میں بیت المقدس پہنچا اس کو ایک کنڈے سے باندھ دیا۔ جیسے انبیاء باندھتے تھے۔ میں نے وہاں دو رکعت نفل پڑھے۔ جب میں باہر آیا تو جبریل نے ایک پیالہ دودھ کا ایک پیالہ شراب کا پیش کیا۔ میں نے دودھ کا پیالہ پی لیا۔ عرض کیا آپ فطرت کو پہنچے۔ پھر اسی طرح مجھے آسمان پر چڑھایا گیا اوپر والی حدیث کی طرح آسمان اول پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے مرحبا کہا اور دعائے خیر کی اور دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جو آپس میں خالہ زاد بھائی تھے۔ تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جو حسن میں خوب تھے۔ چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جن کے بارے میں وَرَفَعۡنَا مَکَانًا عَلِیًّا فرمایا۔ اس کو ہم نے بلند مکان پر اٹھایا۔ پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جو بیت المعمور پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ وہاں ستر ہزار فرشتہ نازل ہوتا ہے۔ جو ایک دن آیا اس کو دوبارہ باری نہیں آئے گی۔ اس کے بعد سدرۃ المنتہا تک پہنچے۔ جس کے پتے ہاتھی کے کان جیسے تھے۔ یہ راز مخفی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ڈھانپ رکھا ہے۔

پھر وحی ہوئی۔ پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ موسیٰ علیہ السلام کا روکنا۔ آپ ﷺ کا آنا جانا۔ پانچ، پانچ نمازوں کا حکم ہونا۔ دس گناہ نیکیوں کا ثواب۔ نیکی کا ارادہ کرنا۔ ارادے سے گناہ نہیں لکھا جائے گا۔ جب تک وہ گناہ نہ کرے۔ یہ روایت مسند امام احمد بن حنبل میں بھی ہے۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث معراج کے حق میں ہے۔ جس میں اسی رات آپ بیت اللہ سے مسجد اقصیٰ کو گئے۔ یہ حدیث معراج کے حق میں یقینی ہے۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ براق کے لئے لگام بھی تھی اور اس پر زین بھی تھی۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اس پر سوار ہوا۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جب میں سوار ہوا تو براق کچھ خوف بھی آیا تو جبریل نے کہا کہ واللہ اس سے پہلے آپ ﷺ جیسا کوئی سوار نہیں ہوا تو وہ پسینہ پسینہ ہو گیا۔

جب مجھے رب العالمین کی طرف چڑھایا گیا۔ میرا گزر ایسے لوگوں سے ہوا جن کے ناخن تانبے جیسے تھے۔ ان سے وہ اپنے ہونٹ اور سینے چیر رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں جواب ملا کہ یہ مال ناحق کھاتے تھے اور لوگوں کی عزت کے درپے رہتے تھے۔ مسند ابو داؤد میں ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے مسجد اقصیٰ کے بارے میں پوچھا۔ آپ ﷺ نے بتانا شروع کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ سچ ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

میں سویا ہوا تھا حضرت جبریل علیہ السلام آئے میرے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھا۔ میں کھڑا ہوا اور ایک درخت پر بیٹھ گیا۔ ایک درخت پر حضرت جبریل علیہ

السلام بیٹھ گئے وہ پھولنا شروع ہوا۔ وہ اس قدر پھولا کہ میں اگر چاہتا تو آسمان کو چھولیتا میں تو اپنی چادر ٹھیک کر رہا تھا اور جبریل علیہ السلام تواضع کر رہے تھے۔ میں نے جانا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے علوم ہیں۔ جبریل علیہ السلام مجھ سے افضل ہیں پھر میرے لئے آسمان کا دروازہ کھولا گیا۔ میں نے وہاں ایک نور دیکھا جو یاقوت کی طرح تھا۔ وہ حجاب میں تھا۔ پھر میرے لئے وحی ہوئی۔ مسند بازار میں ہے بحوالہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کی جماعت میں فرمایا کہ میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے۔

مسند شہاب بن زہری میں ہے کہ یہ روایت مستند ہے۔ امام زہری اور امام باقر رضی اللہ عنہ کی تفسیر میں یہ حدیث ہے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب براق نے میری بات کو خوب طرح سے سنا وہ لے کر چلا تو ایک کنارے پر میں نے ایک بڑھیا کی آواز سنی۔ کہا یہ کون ہے۔ کہا چلئے چلئے۔ راستے میں یکسوئی سے جیسا کہ کوئی مجھے بلا رہا ہے۔ پھر ایک دوسری آواز مخلوق کو پایا۔ ان کی آواز سنی کہا: السَّلامُ عَلَيكَ يَا اوَّلُ . السّلام عَلَيكَ يَا اٰخِرُ السَّلامُ عَلَيكَ يَاحَاشِرُ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا ان کو سلام کا جواب دیجئے اور آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا۔ پھر دوبارہ ایسا ہی ہوا پھر تیسری بار ایسا ہوا۔ یہاں تک کہ میں بیت المقدس پہنچا۔ وہاں تین پیالے لائے گئے۔ آپ نے دودھ کا پیالہ پی لیا۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ ﷺ فطرت کو پہنچے۔ اگر آپ پانی پی لیتے تو آپ کی امت غرق ہو جاتی۔ اگر شراب پی لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ

علیہ السلام تک تمام انبیاء علیہم السلام مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئے میں نے امامت کرائی اور تمام انبیاء نے اقتدا کی۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ دنیا کی عمر اتنی ہے جتنی اس بڑھیا کی تھی اور آپ نے اس کو جواب دینا چاہا لیکن اچھا ہوا کہ آپ ﷺ نے جواب نہ دیا کہ وہ ابلیس تھا۔ جن کو آپ ﷺ نے جواب دیا اور جن کی آپ ﷺ نے آوازیں سنی تھیں وہ ابراہیم علیہ السلام موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام تھے۔

یہ حدیث ابن جریر میں ہے۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ وامام شہاب بن زہری کی مسند میں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب میں براق پر سوار ہوا اور براق کو ایک جگہ روکا گیا۔ عرض کیا گیا۔ یہ کیا آپ ﷺ جانتے ہیں کہ یہ کون سی جگہ ہے پھر عرض کیا کہ یہ طیبہ ہے، مدینہ ہے۔ یہ ہجرت کی جگہ ہے مجھ سے وہاں دو رکعت نفل پڑھوائے۔ پھر ایک اور جگہ روکا گیا۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا، کیا آپ ﷺ جانتے ہیں یہ کون سی جگہ ہے؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ طور سینا ہے۔ پھر ایک اور جگہ روکا کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ پھر عرض کیا کہ یہ بیت اللحم ہے۔ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ پھر بیت المقدس میں پہنچے۔ وہاں تمام انبیاء بمعہ جسم بیت المقدس میں جمع ہوئے۔

بعض مسندوں میں صرف انبیاء کا ذکر ہے۔ لیکن ان دونوں کتابوں کے اندر انبیاء بمعہ جسم جمع ہوئے۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ ان کی امامت فرمایئے۔ میں نے ان کی امامت کرائی۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے وہ وعدہ پورا کیا ہے جو روزِ میثاق انبیاء سے وعدہ لیا تھا۔

ارشاد ہے کہ آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور یاد کرو اس وقت کو جب انبیاء سے عہد لیا تھا۔ اس آیت میں انبیاء کو میری رسالت کا منوانا۔ میری تصدیق کرنا۔ یہ اقرار لیا تھا کہ میرا حبیب جب تمہاری طرف مبعوث ہو تو ان کی تصدیق کرنی ہوگی اور ان پر ایمان لانا ہوگا۔ فرمایا جب یہ وعدہ لیا تھا تو اس وقت ان کے ارواح تھے۔ اب اس رات انہوں نے بمعہ اپنے جسم مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کی۔ فرمایا یہ بمعہ جسم انکا اقرار تھا۔ کافی مسندوں سے یہ الفاظ ملتے ہیں اور کچھ مسندوں میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

دوسری مسند:

جب جبریل نے کہا کہ امامت کراؤ۔ میں نے امامت کرائی۔ پھر براق پہلے آسمان پر، دوسرے پر تیسرے پر، اسی طرح انبیاء کے ساتھ ملاقات ہوتی رہی۔ پھر پانچویں پر، چھٹے پر اور ساتویں پر، پھر سدرۃ المنتہا تک۔ پھر مجھے ایک نور نے ڈھانک لیا۔ میں نے وہاں سجدہ کیا اور مجھ پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کا روکنا۔ آپ کا بار بار آنا اور جانا پھر آخر میں موسیٰ علیہ السلام کا پھر بھیجنا۔ جبریل کے مشورے سے حضور اقدس ﷺ کا پھر جانا۔ آپ ﷺ پھر گئے۔ بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔ حکم ہوا۔ اے حبیب ﷺ جس روز سے میں نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے اسی روز سے تیری امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ پڑھنے کے اعتبار سے پانچ، ثواب کے اعتبار سے پچاس۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میری امت دو نمازیں تک نہ پڑھ سکی تھی پھر جائے آپ نے فرمایا کہ مجھے پھر شرم آئی دوبارہ تشریف نہ لے گئے۔

دیکھئے یہ واقعات حضور پرنور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ میں فرمائے۔ معراج کے واقعہ کے دو حصے فرمائے۔ ایک حصہ جو بیت الحرام سے مسجد اقصیٰ تک تھا۔ یہ کفار اور صحابہ رضی اللہ عنہ کے درمیان بیان فرمایا۔ اگر یہ حصہ آسمان والا کفار کے سامنے بیان کرتے تو انکار کر دیتے۔ ان کا انکار جچتا تھا کیونکہ انہوں نے آسمان کو دیکھا ہی نہیں۔ مسند امام شہاب بن زہری رضی اللہ عنہ میں ہے۔ وہ مسند عمر فاروق رضی اللہ عنہ، مسند ابو بکر رضی اللہ عنہ اور مسند عثمان رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے معراج کی شب کی صبح کو معراج کی شب کا واقعہ بیان فرمایا کہ میں راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کو گیا۔ کفار اور مشرکین مکہ نے جب یہ سنا تو شور و غل کرتے آئے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ انسان راتوں رات ہے مسجد حرام سے جا کر مسجد اقصیٰ سے جا کر واپس آئے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر یہ خواب کی بات ہوتی تو وہ تعجب کیونکر کرتے۔ اور شور و غل کیونکر کرتے۔ کفار کی ایک جماعت نے کہا کہ اے محمد ﷺ تو راتوں رات اگر مسجد حرام سے گیا اور واپس آیا ہے تو ہمارے تین قافلے شام گئے ہوئے تھے۔ بغرض تجارت، وہ واپس آ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو کہاں دیکھا ہے؟ اور وہ کب واپس آئیں گے؟ دیکھئے معراج کی ایک عظیم دلیل ہے۔ اگر خواب کی بات ہوتی تو وہ قافلوں کے بارے میں کیوں پوچھتے۔ قافلے تو خواب میں نہیں گئے تھے۔ حضور ﷺ سے پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک قافلہ تمہارا آج صلعم کو سورج غروب ہونے سے پہلے آجائے گا۔ اگر خواب کی بات ہوتی تو آپ ﷺ فرماتے کہ کیا خبر؟ میں نے تو خواب دیکھا ہے۔ پھر یہ کیونکر فرماتے کہ تمہارا قافلہ غروب آفتاب تک پہنچے گا اور دوسرا قافلہ مجھے راستے میں ملا تو ان کے پاس

پانی ختم ہو گیا تو ان کے دو معمر آدمی ہمارے پاس آئے انہوں نے پانی مانگا۔ ہم نے کہا کہ تمہارے پاس پیالہ ہے۔ انہوں نے پیالہ پیش کیا۔ پھر تم اپنے مشکیزہ سے پانی لاؤ انہوں نے کہا کہ پانی تو ختم ہے۔ چند قطرے باقی ہیں۔ فرمایا وہی لاؤ۔ وہ قطرے لائے اور میں نے اپنی دونوں انگلیاں اس میں رکھیں وہ پیالہ بھر گیا۔ فرمایا بندوں نے بھی پیا۔ اونٹوں نے بھی پیا۔ انہوں نے مشکیزے بھی بھر لیے۔ فرمایا جب تین دن تک وہ قافلہ پہنچ جائے گا تو ان سے تصدیق کر لینا۔ تمہارا تیسرا قافلہ تین ماہ کے بعد پہنچے گا۔ پھر انہوں نے ایک اور سوال کیا کہ مسجد اقصیٰ کے شہتیر اور دروازے کتنے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے یکا یک مسجد اقصیٰ کا نقشہ آپ ﷺ کے سامنے کر دیا۔ آپ ﷺ نے وہ تمام دروازے، کڑیاں، شہتیر اور تھم بھی بتا دیے۔

اگر یہ واقعہ معراج خواب کی حالت میں ہوتا تو وہ مسجد کے دروازے، کڑیاں اور شہتیر کیونکر پوچھتے؟ اسی امر کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کا جسمانی معراج تھا جو انہیں انکار کا سبب بنا

خواب کی بات ہوتی تو وہ ہرگز اعتراض نہ کرتے۔ اگر معراج جسمانی نہ ہوتا تو وہ کڑیاں اور شہتیر کی تعداد نہ پوچھتے۔ انہوں نے یہ سوالات اس لئے کیے کہ حضرت محمد ﷺ رات کے عرصے میں اتنا سفر کیسے کر سکتے ہیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کی نبوت میں شک کرنے کا بڑا موقع تلاش کیا۔ جس سے وہ عاجز آ گئے۔

مسند امام شہاب بن زہری جلد نمبر 10 باب اسرار المعراج میں ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب میں مسجد اقصیٰ میں براق سے اترا تو تمام انبیاء آدم سے لے کر عیسیٰ تک جمع تھے۔ حضرت

آدم علیہ السلام تمام انبیاء علیہم السلام سے فرمارہے تھے کہ اے میری اولاد اس وعدے کو یاد رکھو جو تم نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں کیا تھا۔ اب وہ وعدہ پورا ہو رہا ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام میرے آنے پر کھڑے ہوئے اور سب نے مجھے مرحبا کہا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے امامت کے لئے آگے کیا۔ میں نے نماز پڑھائی اور اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام انبیاء سے کہا کہ آج دیکھو اس عظیم امام کا سفر۔ نہ ایسا سفر کسی کا ہوا ہے اور نہ ہوگا۔

اس کے بعد پھر میری براق آسمان کی جانب چلی۔ پھر تمام آسمانی انبیاء سے میری ملاقات ہوتی رہی۔ حتیٰ کہ جبریل علیہ السلام نے براق کو سدرۃ المنتہا کے پاس ٹھہرایا۔ وہاں میں اترا۔ مجھے ایک ابر نے ڈھانپ لیا۔ وہاں میں نے سجدہ کیا۔ مجھ پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں اور تم یہ نہ سمجھو کہ میرا خواب تھا۔ بجز خواب کے میرا یہ واقعہ ہوا۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ کہا کہ کیا حکم ہوا ہے۔ فرمایا پچاس نمازیں پھر آنا جانا، نماز کا کم کرانا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورے پر۔ آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مجھے بڑا کہا۔ میں نے کہا ابھی ام الکتاب میں پانچ ہو چکی ہیں تو پھر واپس میں بیت اللہ میں آ گیا اور کچھ دیر کے بعد اذان ہوئی۔ یہ حدیث بھی اس امر کی خاصی تائید کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا معراج جسمانی ہوا۔

مسند یذید بن ہارون میں ہے بحوالہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب میں بیت المقدس کو پہنچا تو وہاں میرے نام کا دروازہ باب محمد ﷺ ہے وہاں ایک پتھر تھا۔ جبریل علیہ السلام نے اپنی انگلی سے اس میں سوراخ کیا۔ وہاں براق کو باندھ دیا گیا۔ پھر میں مسجد پر چڑھا تو وہاں مجھے جبریل علیہ

السلام نے کہا کہ آپ ﷺ کی آرزو تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حوریں دکھائے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو صخرہ کے پاس حوریں بیٹھی تھیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ آپ ﷺ انہیں سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا۔ پوچھا کہ تم کون ہو؟ عرض کیا کہ ہم حوریں ہیں۔ ہم اللہ کے نیک بندوں کی بیویاں ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہوں گے۔ جو گناہوں کی آلائش سے پاک ہوں گے وہ ہمارے پاس آئیں گے وہ بھی نہ نکالے جائیں گے۔ وہ ہم سے جدا نہ ہوں گے۔ ان کو موت نہ آئے گی وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ پھر ہم واپس تشریف لائے۔ کچھ لوگ جمع ہونے لگ گئے۔ پھر کافی لوگ جمع ہوئے پھر اذان ہوئی۔ آپس میں خیال کرنے لگے کہ امامت کون کرے گا؟ تو جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ تھاما۔ مجھے آگے کیا۔ میں نے امامت کرائی جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ کون ہیں؟ فرمایا معلوم نہیں۔ عرض کیا کہ یہ تمام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ پھر میں براق پر چڑھا۔ پہلے آسمان کی طرف وہاں دروازہ کھولا گیا۔

اس حدیث میں آدم علیہ السلام کی ملاقات کا ذکر ہے۔ چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر ہے۔ ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے۔ پھر ایک نہر دکھائی گئی جو یاقوت اور زمرد پتوں کی طرح تھے۔ پوچھا یہ کون سی نہر ہے۔ عرض کیا یہ کوثر کی نہر ہے آپ ﷺ کے لئے ہے۔ آپ ﷺ نے ایک پیالہ اس سے پیا۔ فرمایا یہ شہد سے میٹھی ہے۔ نہر میں دودھ تھا۔ مشک سے بھی زیادہ اس کی خوشبو تھی۔ اس میں سونے چاندی کے گلاس تھے۔ پھر ہم سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔ جبریل نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ پھر مجھے ایک ابر نے ڈھانپ لیا۔ وہاں میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور سجدہ کیا پچاس نمازوں کا حکم ہوا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے

پاس آیا تو موسیٰ علیہ السلام کے مشورے سے بار بار اللہ کی بارگاہ میں آنے جانے کا قصہ مذکور ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے پانچ نمازوں کے بعد پھر بھی جانے کے لئے کہا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ حتمی فیصلہ ہو چکا ہے۔ پھر مجھے جبریل علیہ السلام واپس لائے۔ میں نے پوچھا کہ تمام فرشتے مجھے دیکھ کر خوش ہوئے اور ہنسے مگر ایک فرشتہ نہیں ہنسا۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اس کا نام مالک ہے اور جہنم کا داروغہ ہے، وہ کبھی نہیں ہنسا اور قیامت تک نہیں ہنسے گا۔ یہ اس کی خوشی ہے۔ پھر ایک قریش کا قافلہ غلہ لئے جا رہا تھا۔ ان کا ایک اونٹ تھا۔ اس پر ایک سفید رنگ اور ایک سیاہ رنگ کی بوری لدی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ چمکا۔ پھر مڑ گیا۔ گرا اور اس کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی اور لنگڑا ہو گیا۔ پھر اس کو وہاں پہنچا دیا گیا۔ جب آپ نے صبح مسجد میں یہ بات کی تو کفار اور مشرکین سیدھے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے انہوں نے کہا اے ابو بکر رضی اللہ عنہ تمہارے پیغمبر صاحب نے یہ کہا ہے کہ میں راتوں رات میں ایک مہینے کا سفر یعنی بیت المقدس سے ہو آیا ہوں۔ جواباً فرمایا کہ اگر انہوں نے کہا ہے تو سچ ہے۔ فرمایا اس سے بڑی بڑی باتیں آسمانی خبریں آناً فاناً دیتے ہیں تو اس میں کوئی شک نہیں۔ فرمایا کہ یہ سچ ہے اس لئے ان کا لقب صدیق ہوا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کفار کے قافلہ والوں سے پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ سچ ہے کہ اونٹ ان کو دیکھ کر بھڑکا اس پر ایک بورا سیاہ اور ایک بورہ سفید وہ گر پڑا اس کی ٹانگ ٹوٹی اور وہ لنگڑا ہو گیا۔

دیکھئے اس واقعہ سے بھی جسمانی معراج کی تائید ہوئی کہ قافلہ غلہ لے کر آ رہا تھا اور اونٹ کی ٹانگ کا ٹوٹنا یہ ظاہری سبب تھا۔ یہ معراج بھی جسمانی حالت پر دلیل ہے۔ یزید بن ہارون و مسند امام احمد بن حنبل میں ہے۔

نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ میں حضر میں سویا ہوا تھا۔ جو حطیم میں تھا۔ ایک آنے والا آیا اس نے میرے گلے سے لے کر ناف تک سینہ چاک کیا۔ بقیہ احادیث کی طرح پھر مجھے آسمان پر لے چڑھا۔ چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا مرحبا ہمارے نبی ﷺ بھائی۔ پھر میں رویا۔ پوچھا کہ کیوں رو رہے ہو؟ کہا کہ میری امت سے اس کی امت زیادہ تعداد میں جنت میں داخل ہوگی۔ پھر میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا۔ وہاں چار نہریں دیکھیں۔ دو باطنی تھیں۔ دو ظاہری تھیں۔ پوچھا کہ یہ کون سی نہریں ہیں؟ عرض کیا کہ باطنی دو نہریں جنت کی ہیں اور دو ظاہری نہریں نیل اور فرات کی ہیں۔

پھر میرے لئے بیت المعمور بلند کیا گیا۔ پھر مجھے دودھ، شراب کا برتن پیش کیا گیا میں نے دودھ کا برتن پی لیا۔ کہا کہ آپ فطرت کو پہنچے۔ یہی آپ ﷺ کی امت کی فطرت ہے۔ اس کے بعد پانچ نمازیں رہ جانے کا ذکر ہے۔ کلیم اللہ علیہ السلام نے پھر مشورہ دیا کہ آپ پھر جائیں کہا کہ میں رضائے الٰہی پر راضی ہوں۔ اب مجھے شرم آتی ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ میں مکے میں تھا۔ میرے گھر کی چھت کو کھول دیا گیا پھر مجھے جبریل علیہ السلام آسمان دنیا پر لے کر چڑھے۔ میں نے وہاں ایک بزرگ شخصیت دیکھی ان کے دائیں جانب ایک بڑی جماعت تھی اور بائیں جانب۔ دائیں جانب والوں کو دیکھ کر ہنستے، مسکراتے اور بائیں جانب والوں کو دیکھ روتے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں۔ کہا کہ یہ آدم علیہ السلام ہیں۔ یہ دائیں بائیں ان کی اولاد ہے۔ دائیں جانب والے جنتی ہیں اور بائیں جانب والے دوزخی، دائیں جانب

والوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ وہ جنتی ہیں اور بائیں جانب والوں کو دیکھ کر روتے ہیں کہ وہ جہنمی ہیں۔ پھر چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کرنا۔

ساتویں آسمان سے جب میں اوپر کو پہنچا تو وہاں قلموں کے تقدیر لکھنے کی آواز آرہی تھی۔ پھر پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا تو پھر بعد میں مجھے جنت میں لایا گیا۔ وہاں میں نے یاقوت اور موتی دیکھے۔ پھر پچاس نمازیں موسیٰ علیہ السلام کے مشورے پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تخفیف کی التجا کرنا اور آدھی کا معاف ہونا۔ پھر جانا، پھر آدھی کا معاف ہونا کا قصہ مذکور ہے۔ یہ حدیث شریف بخاری شریف۔ باب بنی اسرائیل اور کتاب الصلوٰۃ اور باب الحج اور باب الانبیاء میں ہے۔ اور مسلم شریف میں باب الایمان میں ہے۔ اور مسند امام احمد بن حنبل میں ہے۔

عبداللہ بن شقیق نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے کہا اگر میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا تو ان سے ایک بات ضرور پوچھتا۔ فرمایا وہ کیا؟ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا۔ فرمایا کہ یہ بات تو میں نے بھی پوچھی تھی۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ میں اسے کہا دیکھ سکتا وہ تو ایک نور ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے نور دیکھا اور یہ بھی ہے کہ وہ ایک نور ہے۔ میں نے اسے نور دیکھا۔ میں اسے کیسے دیکھ سکتا۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ میں حطیم میں تھا۔ میں نے معراج کا واقعہ جب قریش سے بیان کیا تو انہوں نے مجھے جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا۔ وہ جو جو نشانیاں مجھ سے پوچھتے تھے۔ میں انہیں بتاتا گیا۔

بیہقی میں ہے۔ فرمایا کہ میری ملاقات ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی۔

نوٹ:

بخاری شریف کی دو احادیث اس میں گزر چکی ہیں۔ شریک والی روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ کعبہ میں سوئے ہوئے تھے اس روایت میں حطیم کا ذکر ہے۔ یہ بات درست ہے کہ حطیم کعبے کا حصہ ہے۔ بیہقی میں ہے۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ میرے بیت المقدس سے واپس آنے تک جو لوگ پیچھے نماز پڑھتے تھے کچھ فتنے میں پڑ گئے اور مشرکین نے جا کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جس پر تم ایمان لائے ہو۔ اس نے یہ کہا ہے کہ ہم راتوں رات ایک مہینے کا سفر یعنی بیت المقدس سے واپس آ گیا ہوں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر انہوں نے کہا ہے تو پھر سچ ہے کیونکہ میں تو ان کی بڑی بڑی باتوں پر ایمان لا رہا ہوں۔ جب وہ ہمیں آنا فانا آسمانی خبریں دیتے ہیں۔ جب وہ مان لیتے ہیں تو یہ کیا بعید ہے۔

دیکھئے اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ آپ ﷺ کا معراج جسمانی تھا۔ وگرنہ وہ مشرکین کیوں شور و غل کرتے۔ خواب کی بات پر تو کوئی شور و غل نہیں کرتا۔ ان کے لئے تعجب خیز بات یہ تھی کہ ایک مہینے کا سفر راتوں رات کیسے طے ہوا؟ یہ بات اس امر پر دلیل ہے کہ نبی پاک ﷺ کا معراج بیت اللہ سے آسمانی دنیا تک جسمانی حالت میں ہوا۔

حافظ ابو بکر بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی سند میں نبی پاک ﷺ کا بیت المقدس میں انبیاء کو امامت کرانا۔ وہ اس سے انکاری ہیں۔

انہوں نے یہ کہا کہ سورۃ بنی اسرائیل کی ابتدائی آیات میں امامت کا ذکر کہیں نہیں۔ ادھر مسند شہاب بن زہری میں لکھا ہے کہ میری حضرت حذیفہ سے بات ہوئی تو میں نے کہا جناب نبی پاک ﷺ نے جو بیت المقدس میں انبیاء کو امامت کرائی آپ اس کے اقرار میں ہیں یا انکار میں۔

فرمایا کہ پہلے میں انکار میں تھا جب جماعت کو دیکھا پھر رجوع کر دیا۔ یاد رہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لقب اس لئے ملا کہ انہوں نے سب سے پہلے واقعہ معراج کی تصدیق کی کفار سے سن کر۔

مسند امام احمد ابن حنبل میں ہے حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے سنا۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں حطیم میں اپنے گھر سویا ہوا تھا کہ یکایک تین فرشتوں نے میری چھت کو کھولا۔ مجھے اٹھایا اور بیت اللہ میں لائے۔ گردن سے لے کر ناف تک میرے سینے کو چاک کیا۔ جیسا کہ پہلے حدیثوں میں گزر چکا ہے۔ پھر مجھے براق پر سوار کیا جب اتنی بات کی تو کفار کا ایک ٹولہ آیا۔ انہوں نے کہا اے محمد ﷺ: سنا ہے کہ تو راتوں رات بیت المقدس سے ہو کر واپس آئے ہو۔ اور آپ کے پیچھے سارے نبی جمع تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں! انہوں نے کہا یہ بتایئے کہ موسیٰ علیہ السلام کا حلیہ کیسا تھا؟ فرمایا کہ وہ درمیانے قد کے تھے اور انہوں نے پھر عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ ان کا رنگ گندمی تھا۔ وہ کافر چلے گئے۔ پھر لوگوں نے سوال کرنا چاہا۔ آپ کیسے گئے؟ فرمایا کہ براق مجھے بیت المقدس لے گیا اور جبریل علیہ السلام نے اس کی لگام تھامی تھی۔ پھر پتھر کو سوراخ کیا۔ پھر براق کو اس سے باندھا پھر میں مسجد میں پہنچا۔ وہاں انبیاء موجود تھے۔ انہوں نے میری اقتداء میں نماز ادا کی۔

مسند احمد میں ہے کہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اس وقت آپ معراج کا واقعہ بیان فرما رہے تھے کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا ہم چلے یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچے۔ دونوں صاحب اندر نہیں گئے۔ میں نے یہ سنتے ہی کہا کہ غلط ہے۔ رسول اللہ ﷺ اندر گئے بلکہ اس رات آپ نے نماز بھی پڑھی۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا تیرا کیا نام ہے۔ میں تجھے جانتا تو ہوں مگر نام یاد نہیں پڑتا۔ میں نے کہا میرا نام زر بن جیش رضی اللہ عنہ ہے۔ فرمایا تم نے یہ بات کیسے معلوم کر لی میں نے کہا کہ یہ تو قرآن کی خبر ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا جس نے قرآن سے بات کی اس نے نجات پائی۔ پڑھیے وہ کون سی بات ہے تو میں نے سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ کی یہ آیت پڑھی۔ آپ نے فرمایا اس میں کس لفظ کے معنی ہیں؟ کہ حضور ﷺ نے وہاں نماز پڑھی۔ ورنہ آپ ﷺ نے اس رات وہاں نماز نہیں پڑھی۔ اگر پڑھ لیتے تو تم پر اسی طرح وہاں کی نماز لکھ دی جاتی۔ جس طرح بیت اللہ کی ہے۔ واللہ وہ دونوں براق پر ہی رہے۔ یہاں تک کہ آسمان کے دروازے ان کے لئے کھل گئے۔ پس جنت دوزخ دیکھ لی اور آخرت کے وعدے کی اور تمام چیزیں پھر ویسے کے ویسے لوٹ آئے۔ پھر آپ خوب ہنسے اور اور فرمانے لگے۔ مزہ تو ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہاں آپ نے براق باندھا۔ کہ کہیں ڈر نہ جائے۔ حالانکہ عالم الغیب نے اسے آپ ﷺ کے لئے مسخر کیا تھا میں نے پوچھا کیوں جناب یہ براق کیا ہے؟ کہا ایک جانور ہے۔ سفید رنگ لمبے قد کا جو ایک ایک قدم اتنی اتنی دور رکھتا ہے جتنی دور نگاہ کام کرے لیکن یہ یاد رہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے محض انکار سے وہ روایتیں جن میں بیت المقدس کی نماز کا ثبوت ہے۔ وہ مقدم ہیں۔ (واللہ اعلم)

حافظ ابوبکر بیہقی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب دلائل النبوت میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے آپ ﷺ سے معراج کے واقعہ کے ذکر کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے پہلے یہی آیت سُبْحٰنَ الَّذِیْ کی تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا کہ میں عشاء کے بعد مسجد میں سویا ہوا تھا جو ایک آنے والے نے آکر مجھے جگایا، میں اٹھ بیٹھا لیکن کچھ نظر نہ پڑا۔ ہاں کچھ جانور سا نظر آیا۔ میں نے غور سے اسے دیکھا اور برابر دیکھتا ہوا مسجد کے باہر چلا گیا۔ مجھے ایک جانور نظر پڑا۔ ہمارے جانوروں میں سے تو اس کے مشابہ خچر ہے۔ ہلتے ہوئے اور اوپر کو اٹھتے ہوئے کانوں والا تھا۔ اس کا نام براق ہے۔ مجھ سے پہلے والے انبیاء بھی اس پر سوار ہوتے رہے۔

میں اس پر سوار ہو کر چلا ہی تھا جو میری دائیں جانب سے کسی نے آواز دی کہ محمد ﷺ میری طرف دیکھ! میں تجھ سے کچھ پوچھوں گا۔ لیکن نہ میں نے جواب دیا اور نہ میں ٹھہرا۔ نہ دیکھا نہ جواب دیا۔ پھر کچھ آگے گیا کہ ایک عورت دنیا بھر کی زینت لئے ہوئے بازو کھولے کھڑی ہوئی ہے۔ اس نے مجھے اسی طرح آواز دی کہ میں کچھ دریافت کرنا چاہتی ہوں۔ لیکن نہ میں نے اس کی طرف التفات کیا اور نہ ہی ٹھہرا۔

پھر آپ ﷺ کا بیت المقدس پہنچنا۔ دودھ کا برتن لینا اور حضرت جبریل علیہ السلام کے فرمان سے دو دفعہ تکبیر کہنا۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ کے چہرے پر فکر کیسے ہے میں نے وہ دونوں واقعات راستے کے بیان کئے تو آپ نے فرمایا کہ پہلا شخص تو یہودی تھا۔ اگر آپ اسے جواب دیتے یا وہاں ٹھہرتے تو آپ کی امت یہود ہو جاتی۔ دوسرا نصرانیوں کا دعوت دینے والا تھا اگر آپ ٹھہرتے اور اس کی باتیں سنتے تو آپ کی امت نصرانی ہو جاتی اور وہ عورت جو تھی وہ دنیا تھی اگر آپ اسے

جواب دیتے یا وہاں ٹھہرتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی اور گمراہ ہو جاتی۔ پھر میں جبریل علیہ السلام بیت المقدس میں گئے ہم دونوں نے دو دو رکعتیں ادا کیں پھر ہمارے سامنے معراج لائی گئی۔ جس سے بنی آدم کی روحیں چڑھتی ہیں۔ دنیا نے ایسی اچھی چیز کبھی نہیں دیکھی۔ تم نہیں دیکھتے کہ مرنے والے کی آنکھیں آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہیں۔ یہاں سیڑھی کو دیکھتے ہوئے آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہیں۔ اسی سیڑھی کو دیکھتے ہوئے تعجب کے ساتھ ہم دونوں اوپر چڑھ گئے۔ میں نے اسماعیل نامی فرشتے سے بات کی جو آسمان دنیا کا سردار ہے جس کے ہاتھ تلے ستر ہزار فرشتے ہیں۔ جن میں سے ہر فرشتے کے ساتھ اس کے لشکری فرشتوں کی تعداد ایک لاکھ ہے۔

فرمان اللہ تعالیٰ ہے: تیرے رب کے لشکروں کو صرف وہی جانتا ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے اس سے آسمان کا دروازہ کھلوانا چاہا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبریل علیہ السلا پوچھا گیا آپ کے ساتھ اور کون ہے؟ بتلایا کہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ کہا گیا کہ کیا ان کی طرف بھیجا گیا تھا؟ جواب دیا کہ ہاں، وہاں میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا۔ اسی ہیئت میں جس میں وہ اس دن تھے۔ جس دن اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا تھا۔ ان کی اصلی صورت پر ان کے سامنے ان کی اولاد کی روحیں پیش کی جاتی ہیں۔ نیک روحوں کو دیکھ کر فرماتے ہیں پاک روح ہے اور پاک جسم بھی۔ اسے علیین میں لے جاؤ اور بدکاروں کی روحوں کو دیکھ کر فرماتے ہیں۔ خبیث روح ہے۔ جسم بھی خبیث ہے اسے سجین میں لے جاؤ۔

کچھ ہی چلا ہوں گا کہ میں نے دیکھا کہ خوان لگے ہوئے ہیں جن پر نہایت نفیس گوشت بھنا ہوا ہے اور دوسری جگہ اور خوان لگے ہوئے ہیں جن پر بدبودار سڑا ایسا

گوشت رکھا ہوا ہے کچھ لوگ ہیں جو عمدہ گوشت کے تو پاس بھی نہیں آتے اور اس سڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ جواب دیا کہ امت کے وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام کی رغبت کرتے تھے۔ پھر میں کچھ اور چلا تو کچھ اور لوگوں کو دیکھا۔ ان کے ہونٹ اونٹ کی طرح ہیں۔ ان کے منہ پھاڑ پھاڑ کر فرشتے انہیں اس گوشت سے لقمے دے رہے ہیں جو ان کے دوسرے راستے سے واپس نکل جاتا ہے۔ وہ چیخ چلا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا جبریل! یہ کون لوگ ہیں۔ فرمایا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھا جایا کرتے تھے۔ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھائیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ ضرور جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔ میں کچھ دور اور چلا دیکھا کہ کچھ عورتیں اپنے سینے کے بل ادھر لٹکی ہوئی ہیں اور وائے وائے کر رہی ہیں۔ میرے پوچھنے پر جواب ملا کہ یہ آپ کی امت کی زنا کار عورتیں ہیں۔ میں کچھ دور اور گیا تھا دیکھا کہ کچھ لوگوں کے پیٹ بڑے بڑے گھروں جیسے ہیں۔ جب وہ اٹھنا چاہتے ہیں گر گر پڑتے ہیں اور بار بار کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت قائم نہ ہو۔ فرعونی جانوروں سے وہ روندے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے آہ و زاری کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں تو جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے۔ سود خوار ان لوگوں کی طرح کھڑے ہوں گے جنہیں شیطان نے باؤلا بنا رکھا ہے۔

میں کچھ دور اور چلا تو دیکھا کہ کچھ اور لوگ ہیں جن کے پہلو سے گوشت کاٹ کاٹ کر فرشتے انہیں کھلا رہے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ جس طرح اپنے بھائی کا

گوشت اپنی زندگی میں کھاتا رہا اب بھی کھا۔ میں نے پوچھا جبریل علیہ السلام یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ آپ کی امت کے عیب جو اور آواز کش لوگ ہیں۔

پھر ہم دوسرے آسمان پر چڑھے تو میں نے وہاں ایک نہایت ہی حسین شخص کو دیکھا اور جو حسین لوگوں پر وہی اہمیت رکھتا ہے جو فضیلت چاند کو ستاروں پر ہے۔ میں نے پوچھا جبریل علیہ السلام یہ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ آپ ﷺ کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ لوگ ہیں۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ جس کا جواب انہوں نے دیا کہ پھر ہم تیسرے آسمان پر چڑھے۔ اسے کھلوایا۔ وہاں حضرت یحیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ آدمی تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے مجھے جواب دیا۔ پھر میں چوتھے آسمان کی طرف چڑھا وہاں حضرت ادریس علیہ السلام کو پایا جنہیں اللہ تعالیٰ نے بلند مقام پر اٹھالیا ہے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ پھر پانچویں آسمان کی طرف چڑھا وہاں حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ جن کی آدھی داڑھی سفید اور آدھی کالی تھی اور بہت لمبی داڑھی تھی۔ قریب قریب ناف تک میں نے حضرت جبریل علیہ السلام سے سوال کیا انہوں نے بتایا کہ یہ اپنی قوم کے ہردلعزیز حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام ہیں۔ ان کے ساتھ ان کی قوم کی جماعت ہے۔ انہوں نے بھی میرے سلام کا جواب دیا۔

بعد ازاں میں چھٹے آسمان کی طرف چلا وہاں موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپ کا گندم گوں رنگ تھا۔ بال بہت تھے۔ اگر دو کرتے بھی پہن لیں تو کمال سے گزر جائیں۔ آپ فرماتے لگے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ

کے پاس ان کے بڑے مرتبے کا ہوں حالانکہ یہ مجھ سے بڑے مرتبے کے ہیں۔
جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ آپ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں۔ آپ کے پاس بھی آپ کی قوم کے لوگ تھے۔ آپ نے بھی میرے سلام کا جواب دیا۔ پھر میں ساتویں آسمان کی طرف چڑھا۔ وہاں میں نے اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی پیٹھ بیت المعمور سے ٹکائے بیٹھے دیکھا آپ بہت ہی بہتر آدمی ہیں۔ دریافت کرنے پر مجھے آپ کا نام بھی معلوم ہوا۔

میں نے سلام کیا۔ آپ نے جواب دیا۔ میں نے اپنی امت کو نصفا نصف دیکھا نصف کے تو سفید بگلا جیسے کپڑے تھے اور نصف کے سخت سیاہ تھے۔ میں بیت المعمور میں گیا۔ میرے ساتھ بھی سفید کپڑے والے سب گئے اور دوسرے جن کے خاکی کپڑے تھے وہ سب روک دیئے گئے۔ وہ بھی خیر پر

ہم سب نے وہاں نماز ادا کی اور وہاں سے سب باہر آئے۔ اس بیت المعمور میں ہر دن ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں جو ایک دن پڑھ گیا پھر اس کی باری قیامت تک نہیں آتی۔ پھر سدرۃ المنتہا تک بلند کیا گیا جس کا ہر مرتبہ اتنا بڑا تھا کہ میری ساری امت کو ڈھانپ لے۔ اس میں سے ایک نہر جاری تھی۔ جس کا نام سلسبیل ہے۔ پھر اس میں سے دو چشمے پھوٹے ہیں ایک نہر کوثر اور ایک نہر رحمت۔

میں نے اس میں غسل کیا میرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو گئے۔ پھر میں جنت کی طرف چڑھایا گیا وہاں میں نے ایک حور دیکھی اسے پوچھا تو کس کی ہے۔ اس نے کہا، زید بن حارثہ کی۔ وہاں میں نے نہ بگڑنے والے پانی کی اور مزہ متغیر نہ ہونے والے دودھ کی اور بے نشہ لذیذ شراب اور صاف ستھرے شہد کی نہریں

دیکھیں۔ اس کے انار بڑے بڑے ڈولوں کے برابر تھے۔ اس کے پرند تمہارے بختی جیسے تھے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سنیں۔ نہ کسی انسان کے دل پر ان کا خیال تک گزرا۔ پھر میرے سامنے جہنم پیش کی گئی وہاں اللہ تعالیٰ کا غضب، عذاب الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی تھی۔ اس میں اگر پتھر اور لوہا ڈالا جائے تو وہ اسے بھی کھا جائے پھر میرے سامنے سے وہ بند کردی گئی۔ پھر میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا اور مجھے ڈھانپ دیا گیا۔ بس میرے اور اس کے درمیان صرف بقدر دو کمانوں کے فاصلہ رہ گیا بلکہ اور قریب اور سدرۃ المنتہیٰ کے ہر ایک پتے پر فرشتہ آ گیا اور مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں اور فرمایا کہ تیرے لئے ہر نیکی کے عوض دس ہیں۔ تو جب کسی نیکی کا ارادہ کرے گا گو بجا نہ لائے تاہم نیکی لکھی جائے گی اور جب بجا بھی لائے تو دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور برائی کے محض ارادے سے کوئی برائی نہیں لکھی جائے گی اور اگر کر لی تو صرف ایک ہی برائی شمار ہوگی۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آنے اور آپ کے مشورے سے جانے اور کمی ہونے سے ذکر ہے جیسے کہ بیان گزر چکا ہے آخر جب پانچ رہ گئیں تو فرشتے نے ندا کی کہ میرا فرض پورا ہو گیا۔ میں نے اپنے بندوں پر تخفیف کر دی اور انہیں ہر نیکی کے بدلے اسی جیسی دس نیکیاں دیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے واپسی پر اب کی مرتبہ بھی مجھے واپس جانے کا مشورہ دیا۔ لیکن میں نے کہا کہ اب کے جاتے ہوئے کچھ شرم سی محسوس ہوتی ہے۔ پھر آپ نے صبح کو مکہ میں ان عجائبات کا ذکر کیا۔ میں اس شب بیت المقدس پہنچا۔

آسمان پر چڑھایا گیا اور یہ دیکھا۔ اس پر ابوجہل بن ہشام کہنے لگا۔ لو تعجب کی بات سنو۔ اونٹوں کو مارتے پیٹتے ہم تو مہینہ بھر میں پہنچیں اور مہینہ بھر واپسی میں لگ جائے۔ یہ کہتے ہیں کہ دو ماہ کی مسافت ایک ہی رات میں طے کر آئے۔ آپ نے فرمایا سنو جاتے وقت میں نے تمہارے قافلے کو فلاں فلاں جگہ دیکھا تھا اور آتے وقت وہ مجھے عقبی میں ملا۔ سنو اس میں فلاں فلاں شخص ہے۔ فلاں اس رنگ کے اونٹ پر ہے اور اس کے پاس یہ اسباب ہے۔ ابوجہل نے کہا۔ خبریں تو دے رہا ہے۔ دیکھئے کیسی نکلیں؟ اس پر ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں بیت المقدس کا حال تم سب سے زیدہ جانتا ہوں۔ اس کی عمارت کا حال۔ اس کی شکل وصورت۔ پہاڑ سے اس کی نزدیکی وغیرہ پس رسول اللہ ﷺ سے حجابات دور کر دیئے گئے۔

جیسے ہم گھر میں بیٹھے گھر کی چیزوں کو دیکھتے ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کے سامنے ہی بیت المقدس کر دیا گیا۔ آپ ﷺ فرمانے لگے۔ اس کی بناوٹ اس طرح ہے۔ اس کی ہیبت اس طرح کی ہے۔ وہ پہاڑ سے اس قدر نزدیک ہے وغیرہ۔

اس نے کہا آپ ﷺ بے شک سچ فرماتے ہیں۔ پھر اس نے کفار کے مجمع کی طرف دیکھ کر کہا محمد ﷺ اپنی بات میں سچے ہیں یا کچھ ایسے ہی الفاظ کہے۔ یہ روایت اور بھی بہت سی کتابوں میں موجود ہے۔

جامع ترمذی کی حدیث پاک:

حضرت شداد بن اوس سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ اپنی معراج کی کیفیت بیان فرمائیے۔ فرمایا

سنو! معراج کی رات کو میں نے صحابہ کو عشاء کی نماز دیر سے پڑھائی۔ پھر جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ چلئے وہ مجھے براق کے پاس لے آئے۔ براق نے کچھ سستی کی۔ انہوں نے اس کا کان مروڑا اور مجھے اس پر سوار کیا۔ ہم مدین میں پہنچے۔ جہاں موسیٰ علیہ السلام جس تخت کے پاس ٹھہرے تھے پھر بیت اللحم جہاں موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پھر بیت المقدس کو پہنچے وہاں پیاس لگی۔ دودھ، شہد اور شراب کے برتن آئے۔ میں نے دودھ کو پی لیا۔ ایک بزرگ تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپ فطرت کو پہنچے، راستے کو پہنچے پھر میرے سامنے جہنم جھلتی ہوئی لائی گئی۔ پھر میں جب واپس لوٹا مکہ کی طرف تو راستے میں ایک قافلہ مجھے ملا ان کا اونٹ گم ہو گیا تھا۔ وہ اسے تلاش کر رہے تھے۔ میں نے انہیں آواز دی۔ انہوں نے میری آواز کو پہچان لیا کہا یہ تو محمد ﷺ کی آواز ہے۔

پھر جب میں مکہ پہنچا، صبح کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ راتوں رات ایک مہینے کا سفر طے کر آئے۔ انہوں نے کچھ بیت المقدس کی نشانیاں پوچھیں۔ اللہ تعالیٰ نے وہ نقشہ میرے سامنے کر دیا۔ میں نے وہ علامات بتلائے۔ کفار نے جب میرے بارے میں یہ سنا کہا کہ ایسا شخص کہہ رہا ہے کہ میں راتوں رات شام بیت المقدس سے ہو کر آ گیا ہوں۔

فرمایا سنو کہ تمہارا قافلہ مجھے راستے میں ملا ہے۔ گندمی رنگ کا اونٹ تھا۔ اس پر دو سیاہ اور سفید بوری لدی ہوئی تھی۔ اس کی ایک منزل فلاں جگہ ہوگی اور ایک منزل فلاں جگہ ہوگی تو لوگ دوپہر کو شہر سے باہر بھاگے وہاں اس قافلے کو دیکھا۔ تو وہ اونٹ سب سے پہلے تھا۔ یہی حدیث بہت سی کتابوں میں ہے۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ

عنہ اسے گیارہ سو صحابہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ یہ حدیث بہت مستند ہے لیکن کچھ سندوں میں کچھ الفاظ منکر کئے ہیں۔ لیکن کچھ سندوں میں مذکورہ بالا حدیث جو اس سے اوپر گزری ہے چند الفاظ ایسے ہیں کہ جو امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اور مسند شہاب بن زہری میں نہیں ہیں۔ مثلاً حضور پاک ﷺ نے فرمایا میں نہر رحمت میں نہایا تو میرے گناہ دور ہوئے۔

امام محمد باقرؒ کی تفسیر بحر العلوم میں گناہ کا لفظ نہیں ہے دوسرا یہ جو الفاظ ہیں کہ میں نے معلوم کر لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مجھ سے افضل ہیں۔ یہ الفاظ بھی نہیں ہیں، چونکہ قرآنی نص ہے کہ بعض رسولوں کو بعض رسولوں پر فضیلت دی گئی ہے اور بعض نبیوں کو بعض نبیوں پر فضیلت ہے۔ بحکم قرآن اگر مان لیا جائے کہ موسیٰ علیہ السلام رسول اللہ ﷺ سے افضل ہیں تو پھر انہیں آخر میں آنا چاہئے تھا۔ ان کی شریعت منسوخ نہ ہوتی۔

لہذا آپ ﷺ کی رسالت دوامی ہے اور آپ ﷺ کی رسالت میں عموم ہے تو یہ رسالت عموم جو ہے تمام نبیوں پر فضیلت ہے۔ ایسے الفاظ احادیث میں کئی جگہ پر آئے ہیں لیکن وہ آپ ﷺ کی کسر نفسی ہے۔ آپ ﷺ جتنی کسر نفسی فرماتے اتنے ہی آپ ﷺ کے درجات بلند ہوتے۔ حضرت امام شہاب بن زہری رضی اللہ عنہ اپنی مسند میں نقل فرماتے ہیں۔ مجموعہ حضرت علی سے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کے مجمع میں فرمایا عشاء کی نماز پڑھا کہ مسجد حرام میں سو رہا تھا کہ یکا یک آنے والے نے مجھے آکر جگایا اور میں نے جب دیکھا تو رات سورج کی طرح چمک گئی ہے اور جبریل علیہ السلام نے مجھے کہا اے

تمام رسولوں کے افضل رسول اللہ نے یہ رات آپ ﷺ کو مقرر کی ہے۔ بجز آپ ﷺ کے کسی کو نہ تھی اور مجھے براق پر بٹھایا۔ پہلے میرا براق یثرب (مدینہ) سے گزرا۔ وہاں مجھے دو رکعت نفل پڑھائے گئے۔ پھر براق پر سوار ہوا۔ براق خچر سا تھا کان بہت لمبے تھے وہ اتنا تیز تھا کہ نگاہ سے بھی زیادہ تیز۔ پھر وہ مدین کی طرف گیا۔ وہاں ایک درخت کے پاس رکے۔ وہاں جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کے ساتھ اسی جگہ آئے تھے اور یہ وہ درخت ہے جس سے موسیٰ علیہ السلام کو رب العالمین کی ندا ہوئی۔ پھر نفل پڑھے اس کے بعد براق پر سوار ہوا۔

پھر وہ طور سینا سے گزرا۔ وہاں بھی نفل پڑھے پھر بیت اللحم میں پھر اس کے بعد براق پر سوار ہوا۔ کچھ ہی راستہ آگے گزرا تو مجھے ایک آواز سی سنائی دی۔ وہاں میں نے خیال کیا کہ جواب دوں لیکن جواب نہ دیا پھر آگے گزرا تو ایک اور آواز آئی۔ وہاں بھی جواب دینے کا خیال کیا مگر جواب نہ دیا۔ پھر بیت المقدس کے پاس پہنچا۔ براق سے اترا جبریل علیہ السلام نے براق کو پتھر سے باندھا مجھے پیاس لگی۔ ایک برتن دودھ کا شراب کا اور پانی کا آیا لیکن میں نے دودھ پی لیا۔ بولنے والے نے کہا کہ فطرت کو پہنچے۔ اگر آپ پانی پی لیتے تو امت فرق ہو جاتی۔ اگر شراب پی لیتے تو آپ ﷺ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ پھر مجھے بیت المقدس میں لے جایا گیا۔ صخرہ کے پاس تمام جنت کی حوریں جمع تھیں۔ مجھے کہا گیا کہ یہ حوریں ہیں۔ ان سے سلام فرمائیے۔ میں نے انہیں سلام کیا۔

پوچھا کہ تم کس کے لئے ہو۔ جواب دیا کہ ہم تمہاری امت کے مومن مردوں کے لئے ہیں۔ وہ ہمارے پاس آئیں گے۔ ہم انہیں خوش رکھیں گی۔ وہ

ابدالآباد زندہ رہیں گے وہ بھی ہم سے جدا نہ ہوں گے۔ پھر تمام انبیا علیہ السلام جمع کئے گئے۔ جبریل علیہ السلام نے مجھے امامت پر کھڑا کیا۔ میں نے تمام انبیاء کو نماز پڑھائی۔ تمام نے یک زبان کہا کہ اب ہمارا وعدہ اللہ سے پورا ہوا۔ جو ہم نے میثاق کے دن کو کیا۔ فرمایا مجھے تمام انبیاء کی شکلیں یاد ہیں۔ پھر مجھے جبریل علیہ السلام نے آسمان اول کی جانب چڑھایا پھر آسمان کا دروازہ کھلوایا گیا۔

فرشتوں کا دیکھنا اور جبریل علیہ السلام کا جواب دینا مذکور ہے۔ پھر فرمایا کہ مجھے ایک بہت لمبے قد کا آدمی بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔ جس کے دائیں بائیں مخلوق کے انبوہ کثیر ہیں۔ وہ دائیں دیکھ کر ہنستے ہیں، بائیں دیکھ کر روتے ہیں۔ میں نے پوچھا جبریل علیہ السلام یہ کون ہیں۔ عرض کیا کہ یہ آدم علیہ السلام ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ یہ روکیوں رہے ہیں؟ اور ہنس کیوں رہے ہیں۔ جواب ملا کہ قیامت تک کی پیدا ہونے والی اولاد حضرت آدم علیہ السلام کے پاس بیٹھی ہے۔ دائیں جانب والے جنتی ہیں اور بائیں جانب والے جہنمی ہیں۔ اس لئے اپنی دائیں جانب دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور بائیں جانب دیکھ کر روتے ہیں۔ پھر آگے چلا تو ایک نہر دکھائی دی جس میں لوٹو اور مرجان کے موتی تھے۔ ایسی نہر دنیا میں کبھی نہ دیکھی اور نہ ہوگی۔

نہر میں دودھ سے سفید، شہد سے زیادہ میٹھا خوشبو مشک عنبر سے بھی زیادہ میں نے اس سے ایک گلاس پیا۔ آگے چلا تو میں نے دیکھا کہ ایک تانبے کا کڑاہ ہے اس میں بھنا ہوا گوشت ہے۔ لوگ اس کے پاس بیٹھے ہیں لیکن کھا نہیں رہے۔ پوچھا جبریل یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ آپ کی امت کے یہ نیک بخت لوگ ہیں۔ پھر تھوڑا سا آگے ہوا تو وہاں سڑا ہوا بدبودار گوشت دیکھا اور مردار گوشت ان کو کھلایا جا رہا ہے۔

پوچھا یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ یہ تمہاری امت کے بدکردار لوگ ہیں۔ جو حرام کھاتے ہیں۔ پھر مجھے دوسرے آسمان پر چڑھایا گیا۔ وہاں میری ملاقات حضرت ادریس علیہ السلام سے ہوئی

پھر تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے، چوتھے آسمان پر حضرت یحیٰ علیہ السلام سے اور یہاں پر میری ملاقات حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام سے ہوئی۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام اتارا۔ میری آواز سن کر پتھر موم ہو جاتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے پرندوں کا علم عطا کیا۔ ہوائیں میرے تابع کر دیں۔ روئے زمین کی تمام بادشاہت مجھے عطا ہوئی اور یہ بڑا فضل تھا۔ فرمایا ان کی شکلیں بتاؤں؟ فرمایا: داؤد علیہ السلام کی شکل یوں سمجھو جیسے کہ میرے چچا زاد جعفر طیار ہیں اور سلیمان علیہ السلام حضرت عثمان کی شکل سے مشابہ ہیں۔

پھر فرمایا میں چھٹے آسمان پر چڑھا۔ وہاں میری ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی۔

فرمایا موسیٰ علیہ السلام کا گندمی رنگ تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رنگ سفید، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو توریت عطا فرمائی۔ فرمایا موسیٰ علیہ السلام تیز بولتے تھے۔ فرمایا میرا لقب کلیم اللہ ہے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں کلمۃ اللہ ہوں۔ مجھ پر انجیل اتاری گئی۔ میں مٹی میں پھونک مار کر پرندہ بنا دیتا تھا۔ بجز میرے کلمۃ اللہ آدم علیہ السلام کی اولاد سے کوئی نہیں ہوا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں حبیب اللہ ہوں۔ بجز میرے کوئی بھی حبیب نہیں۔ مجھ پر قرآن اتارا گیا۔ یہ ام الکتاب کی بھی ام الکتاب ہے۔ اس میں بے بہا علوم ہیں۔ نہ جن کی ابتداء ہے اور نہ جن کی انتہا۔

اس نے تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ پھر مجھے ساتویں آسمان تک چڑھایا گیا۔ وہاں میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی۔ جو بیت المعمور کے پاس تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ وہ میری شکل کے تھے۔ پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا تو وہاں مجھے جوتیوں کی آہٹ کی آواز سنائی دی۔

میں نے پوچھا یہ آواز کیسی ہے؟ جواب ملا کہ یہ تمہارے بلال رضی اللہ عنہ کے جوتوں کی آواز ہے پھر فرمایا کہ جنت کی ہوائیں۔ جنت کی خوشبو ایسی تھی جو دنیا میں کبھی نہیں ہوگی۔

فرمایا میں نے جنت کی آواز سنی۔ پہلے جنت اللہ کی تسبیح کرتی تھی اور یہ کہتی تھی کہ اے اللہ میرے پاس انعامات کا ڈھیر لگ گیا ہے اور ہر چیز وافر مقدار میں ہے تو اب میری حسرت کو پورا کر جواب ملا کہ میرے نیک بندے مرد اور عورتیں وہ تمہارے اندر داخل کے جائیں گے۔ تھوڑی سی دیر ہے۔ پھر مجھے اپنی امت کے ہر فرد کا جنت میں گھر دکھایا گیا۔

مومنوں کی حوریں مجھے دکھائی گئیں کہ یہ فلاں کو ملیں گی اور یہ فلاں کو ملیں گی۔ پھر فرمایا: میں نے اپنے ہر امتی کے گھر دیکھے۔ ان کے مکانوں کے دروازوں پر نام لکھے تھے کہ یہ فلاں بن فلاں کا مکان ہے۔ نیز آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ روح اللہ تک جتنی امتیں ہیں ان میں سے ہر مومن کا گھر دیکھا۔ فرمایا اے ابو بکر رضی

اللہ عنہ تیرا محل بھی دیکھا سین میں عمر رضی اللہ عنہ کے محل میں پہنچا تو وہاں اندر داخل نہ ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ کیوں داخل نہ ہوئے فرمایا: وہاں تمہاری حوریں بیٹھی ہوئی تھیں۔ مجھے حیا آ گیا۔ پھر فرمایا کہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کا اور علی رضی اللہ عنہ کا گھر دیکھا۔ فرمایا جس طرح دنیا میں لوگ خوش بستے ہیں۔ جنت میں بھی خوش بسیں گے۔

فرمایا پھر میں نے ایک اور حور دیکھی اس نے مجھے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ میرے لئے بلال رضی اللہ عنہ مقرر کیا گیا ہے لیکن وہ تو کالا ہے۔ فرمایا: میں نے مسکرا کر کہا کہ تو شکر کر کہ وہ تجھے قبول تو کر لے۔ وہ اللہ اور رسول ﷺ کا بہت دوست ہے۔

پھر فرمایا کہ مومن جیسے اپنے خاندان میں رہتے ہیں تو جنت میں بھی ان کی اولادوں اور خاندانوں کو اکٹھا کر دیا جائے گا۔

وہاں بہتر شہر بسیں گے۔ مجھے جنت میں تمام انعامات اور خزانے دکھائے گئے۔ جو آج تک نہ کسی آنکھ نے دیکھے اور نہ ہی کسی دل نے گمان کیا ہے۔

فرمایا: وہ ختم ہونے والے نہیں وہ دائمی ہیں۔ فرمایا جنت کے اندر خوب سیر کیا فرمایا۔ ہر نبی کی امت اپنے نبی کے علاقے میں رہے گی۔ جنت زیادہ نہ ہوگی کسی کی بجز میرے۔ میری امت ایک حصہ جنت میں ہوگی اور ایک حصہ سارے نبیوں کی امتیں ہوں گی۔

میری امت سب سے افضل ہوئی کہ ان کا امام قرآن ہے۔ میری امت کے لئے جنت خواہش کر رہی ہے۔ فرمایا پھر میں نے جہنم کی غم ناک آواز سنی اور وہ کہہ رہی تھی کہ اے اللہ! میرے شعلے جل رہے ہیں اور مجھ میں شعلے وافر مقدار میں موجود

ہیں اور غضب بے بہا موجود ہے اب تو مجھے بھر دے۔ حکم ہوا کہ تجھ کو کافروں، مشرکین اور بے ایمانوں سے بھر دوں گا۔

پھر مجھے جہنم دکھائی گئی۔ ہر جہنمی کی جگہ پر اس کا نام لکھا ہوا تھا کہ یہ فلاں بن فلاں کی جگہ ہے۔ آدم سے لے کر قیامت تک کے آنے والے لوگ مومن مرد اور مومن عورتیں جو جنت میں ہوں گے ایک ایک کا نام یاد ہے۔ اسی طرح آدم سے لے کر قیامت تک کافروں اور مشرکوں کے نام یاد ہو گئے جو جہنم میں رہیں گے۔

پھر فرمایا: جہنم بند کر دی گئی۔ پھر میں نے ایک وادی دیکھی۔ وہاں کچھ لوگوں کے ناخن تانبے کے ہو گئے تھے۔ وہ اپنے ہونٹوں کو ادھر کاٹتے جاتے تھے اور ادھر ہنستے جاتے تھے۔ پوچھا یہ کون لوگ ہیں عرض کیا یہ آپ کی امت کے فتنہ باز علماء ہیں۔ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک چڑھایا گیا۔ اس کے بے بہا پتے تھے۔ اس کا ایک پتہ میری تمام امت کو ڈھانپ لیتا۔ پھر مجھے ابر رحمت نے اپنی آغوش میں لیا اور اللہ تعالیٰ کی ذات میرے قریب بقدر دو کمان اس سے بھی زیادہ قریب ہوئی۔ مجھ پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آنے جانے کا ذکر ہے۔ جب واپس بیت اللہ میں پہنچا تو واقعات جب کفار کو بیان کئے تو انہوں نے شور وغل کیا۔ مذاق کیا۔ میں بیت اللہ سے نکل کر آ رہا تھا تو جب یہ واقعات کا شور ہوا۔ تمہیں معلوم ہے کہ کچھ لوگ جو میرے پیچھے نماز پڑھتے تھے انہوں نے نماز پڑھنا چھوڑ دیا۔ ابوجہل میرے پیچھے آ پہنچا۔ میں خاموش بیٹھا تھا کہا کہ کوئی نئی بات۔ میں نے کہا ہاں! کیسے، میں راتوں رات بیت المقدس سے ہو کر آیا ہوں۔ اس نے پھر تمام لوگوں کو بلا کر کہا۔ وہی بات کہو جو پہلے کہہ رہے تھے۔ فرمایا کی بات چھپائی نہیں جا سکتی۔ میں

نے واقعہ سنایا کہ میں بیت المقدس سے راتوں رات ہو کر واپس آ گیا ہوں۔ لوگوں نے تالیاں پیٹ کر ہنسنا شروع کر دیا۔ ان میں سے کافی لوگ بیت المقدس آتے جاتے رہتے تھے۔ وہ حالات کو زیادہ جانتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم بیت المقدس کے حالات پوچھتے ہیں۔ بتاؤ گے؟ مجھے ذرا سی گھبراہٹ ہونے لگی۔ جب انہوں نے یہ پوچھا کہ اس کے شہتیر، کڑیاں تھم اور دروازے کتنے ہیں؟ تو یکایک مسجد حضرت عقیل گھر کے سامنے رکھ دی گئی۔ انہوں نے جو کچھ بھی پوچھا میں نے انہیں بتا دیا۔ تو لوگوں نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ کی بات سچ ہے۔ وہ لوگ جو آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ گئے تھے۔ ان کو قتل کرا دیا گیا یاد رہے کہ یہ حدیث تواتر ہے۔ اس کا کچھ حصہ نسائی شریف میں بھی موجود ہے۔ اس میں کفار کا سوال کرنا اور آپ ﷺ کا کڑیاں شہتیر بتانا یہ اس امر کی دلیل قطعی ہے کہ آپ کا معراج جسمانی ہوا۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی تفسیر میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کہ سورۃ بنی اسرائیل کے علاوہ کوئی اور آیت بھی معراج کے حق میں ہے۔ حضور ﷺ نے سورۃ نجم کی آیات تلاوت فرمائیں:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی لا o مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی o

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی o اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی لا o

عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی لا o ذُوْ مِرَّۃٍ ط فَاسْتَوٰی o وَھُوَ

بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ط o ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی لا o فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ

اَوْ اَدْنٰی ۚ o فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی ؕ o مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی o اَفَتُمٰرُوْنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی o وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی ۙ o عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَہٰی o عِنْدَھَا جَنَّۃُ الْمَاْوٰی o اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی ۙ o مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی o لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی o

ترجمہ:

اے حبیب پاک ﷺ اور قسم ہے اس ستارے کی جو واپس لوٹتا ہے یا جھکتا ہے۔ تمہارا صاحب اپنی محبت کے راستے میں گم ہوا ہے۔ اس سے الگ نہیں ہوا اور نہیں بات کرتا اپنی خواہش سے اور نہیں ہے وہ جو وحی کی جائے سکھایا اس کو سخت طاقت والے نے جو زور آور تھا۔ پس وہ کھڑا ہوا آسمانوں کے بلند کناروں پر پھر وہ اتر آیا بقدر دو کمان کے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب پس وحی فرمائی اپنے عبد مقدس جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر جو وحی کی گئی۔ جو اس نے فرمایا اپنے حبیب کے دل پر جھوٹ نہیں کہا۔ کیا پس تم جھگڑا کرتے ہو۔ اس پر جو میرا حبیب ﷺ دیکھتا ہے اور البتہ اس نے تو ایک بار اسے اترتے ہوئے اور دیکھا اس کے پاس سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ اس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ وہ سدرہ کو ڈھانپے ہوئے ہے۔ اس میں بھاری چیز ہے۔ اس کی نگاہ نہ بہکی اور نہ ٹیڑھی ہوئی۔ یقیناً اس نے اپنے رب کی نشانیوں میں سے بڑی خاص نشانی دیکھی۔

یاد رہے کہ سورۃ نجم کی ابتدائی آیات اس میں معراج شریف کا اور واقعہ ملتا ہے۔ علمائے مفسرین نے اس کی کافی تفسیر کی ہے اس کتاب میں فقیر اس آیت کی مختصر تفسیر کرے گا۔ مکمل بحث اپنی تفسیر ''سراج منیر'' پارہ 27 میں خوب بحث ہوئی اور اسی طرح ''بنی اسرائیل'' کی پہلی آیت کی تفسیر بھی خوب اپنی تفسیر میں کروں گا اور معراج کی اصل حقیقت فقیر کی تفسیر سے پڑھیں۔ یہ ایک مختصر سا جائزہ ہے۔

سورۃ نجم:

یہ قرآن مجید میں عظیم الشان سورۃ ہے۔ جب یہ نازل ہوئی تو مشرکین نے اسے سن کر سجدے میں گر گئے نجم کی جمع نجوم ہے۔ نجم ستارے کو کہتے ہیں۔ اس ستارے سے مراد علمائے مفسرین کے کئی گروہ ہیں:

1- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس سے مراد دین کا ستارہ مراد لیتی ہیں اور حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ و عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا اس میں اختلاف ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس سے مراد قرآن ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ ہے کہ یہ خاص مشرکین کو تنبیہ ہے۔ کیونکہ وہ ستروں کی روشنی پر ترجیح دیتے تھے۔

ابن مسعود نے اس سے مراد قرآن لیا ہے۔ آگے سورۃ واقعہ میں اس امر کو بیان کیا گیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے مراد نبوت لی ہے۔ بہر حال اس کی بہت لمبی تفسیر ہے۔ اذا ھوی حوی کے معنی لغت میں لوٹنے کے ہیں اور علماء مفسرین نے اس کے معنی لوٹنے اور جھکنے کے کئے ہیں اور مجاہد رضی اللہ عنہ نے یہ کئے ہیں:

قسم ہے قرآن کی جو اترا

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کی قسم اٹھائے اٹھا سکتا ہے۔ لیکن مخلوق سوائے خالق کے کسی کی قسم نہیں اٹھا سکتی۔ نیز فرمایا کہ قرآن کی قسم اٹھانا یہ اسی ذات کی قسم ہے کیونکہ قرآن اس کی صفت ہے۔ حدیث بیان کرتے ہیں حضرت علی کے مجموعہ سے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگو! تم سوائے خالق کے اس کی قسم اٹھاؤ یا اس کی صفات کی۔ میں نے پوچھا کہ کیا قرآن کی قسم اٹھائی جا سکتی ہے؟ فرمایا ہاں! وہ تو اس کی صفت ہے۔ امام شہاب بن زہری اسی کے قائل ہیں:

مَاضَلَّ:

فرماتے ہیں ہماری لغت عربی میں اس کے چند معنی ہیں۔ راستے سے بھٹکنا اور محبت میں گم ہونا اور ناواقف ہونا۔

فرمایا کہ پیغمبر کے لئے اس کے معنی محبت میں گم ہونے کے لئے جا سکتے ہیں۔

غوٰی:

یَغْوِی، غَوًا سے مشتق ہے۔ اس کے معنی لغت عرب میں چھوڑنے کے ہیں۔ اصطلاح میں بھٹکنے کے ہیں۔ ان معنوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی پاک ﷺ کا علم کامل ہے اور آپ کی شریعت تمام ادیان پر حاوی ہے اور آپ جس شریعت کے شارع ہیں اس شریعت کو دوام ہے۔ نبی پاک ﷺ یہودی اور نصرانی تمام راستے باطل قرار دے کر آپ اپنی شریعت میں کامل رہے۔

مسند امام زہری میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عامر ابن العاص حضور پاک کی ہر بات کو یاد کرنے کی غرض سے لکھ لیا کرتے تھے، قریشیوں نے کہا کہ محمد ﷺ کو

غصہ بھی آجاتا ہے تو نہ لکھا کر۔ میں نے یہ بات حضور ﷺ سے عرض کی۔ فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان پاک ہے۔ سوائے حق کے میری زبان سے اور کچھ نہیں نکلتا تو اسے لکھ لیا کر۔ یہ حدیث سنن ابوداؤد میں موجود ہے۔ یاد رہے کہ نبی پاک ﷺ کی زبان سے جو کلمہ نکلا وہ وحی الٰہی ہے۔

حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ اپنی خواہش سے کبھی نہیں بولتے تھے۔ جو بولتے تھے وہ وحی الٰہی تھی۔ آپ ﷺ کا چلنا پھرنا، بیٹھنا اٹھنا۔ سب وحی الٰہی ہے۔

وحی کی دو قسمیں ہیں۔ وحی متلو و غیر متلو وحی متلو قرآن ہے اور جو آپ بقیہ کلام فرماتے ہیں وہ غیر متلو ہے۔ حدیث پاک وحی غیر متلو ہے۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مجموعہ میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ ہم سے ہنستے بھی ہیں مذاق بھی فرماتے ہیں کیا وہ بھی لکھ لیا کریں۔ فرمایا ہاں! میری زبان سے کبھی ناحق نہیں نکلا۔

اب لفظ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوىٰ اس سے مراد کیا ہے۔ علماء مفسرین کے کئی گروہ ہیں۔ یہ عَلَّمَ فعل ہے اور مفسرین نے اس کا فاعل جبریل علیہ السلام کو کہا ہے اور ھُوَ کی ضمیر حضور پاک ﷺ کی طرف مرجع ہے۔ جن مفسرین نے عَلَّمَ کا فاعل جبریل علیہ السلام کہا ہے ان کی دلیل شدید القوی ہے کیونکہ یہ قوی اور قری جبریل علیہ السلام کی صفت ہے۔

قرآن میں اور جگہ اعلان ہے کہ بے شک یہ قرآن ایک بزرگ فرشتے نے اتارا ہے جو کہ طاقت والا ہے۔ اس آیت سے ذی قوت ہے۔ یہ ذی قوۃ جبریل ہے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے جبریل کی اصل صورت کو دو مرتبہ دیکھا۔

حدیث میں ہے جس کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے کہ حضور پاک ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ مجھے جبریل کی اصل صورت دکھا۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن گھر سے نکلا افق المبین کی جانب سے ایک نور دیکھا میں یکا یک گھر واپس آ گیا۔ دوسرے دن پھر ایسا ہوا۔ پھر واپس آ گیا۔ پھر تیسرے دن مجھے ایک شخص نے کہا کہ میں جبریل ہوں۔ میں نے کہا کہ میں تیری اصل شکل دیکھنا چاہتا ہوں۔ کہا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ پھر میں نے دعا کی تو مجھے جبریل علیہ السلام کی اصل صورت نظر آئی۔ اس حدیث سے وہ یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا اور کچھ مفسرین یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ سے جبریل کی فضیلت زیادہ ہے۔

لفظ عـلّـم اس میں مبالغہ ہے یہ مبالغہ پایا گیا ہے اس لئے کہ اس فاعل جبریل علیہ السلام ہے۔ ظاہر ہے کہ معلم جو ہوتا ہے وہ افضل ہوتا ہے۔ لہٰذا اس بات سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ حضور ﷺ کو جبریل نے تعلیم نہیں دی۔

معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بزرگ شخصیت جبریل علیہ السلام ہے۔ چونکہ وہ تمام انبیاء کا معلم ہے۔ محمد ﷺ کا بھی معلم ہے۔ اس سے وہ یہ کہتے ہیں کہ لفظ قوئ جبریل کے لئے ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اس سے مثبوبے یہ کہتے ہیں کہ اس ھو کا مرجع اپنی اصل کی جانب لوٹنا ہے یہ عـلّـم میں مبالغہ ہے۔ مبالغہ کی حقیقت لفظ شدید میں ہے اور ان علمائے مفسرین نے ان علماء مفسرین پر سخت نکتہ چینی کی ہے جنہوں نے اس عـلّـم کا فاعل اللہ تعالیٰ کو لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن کے ساتھ زیادتی ہے۔ اس کا فاعل انہوں نے اللہ تعالیٰ کو لیا ہے اور نہ ہی ان کے بارے میں کوئی دوسری آیت اس آیت کی تائید میں ہے۔ جب کہ اس آیت کی تائید میں وہ آیت موجود ہے کہ جس سے جبریل علیہ السلام کو ذی قوۃ فرمایا گیا ہے۔

ارشاد ہے اللہ فرماتا ہے اور یہ کسی بشر کے لئے نہیں اللہ اس سے کلام کرے یا وحی کے ذریعے یا پردہ کے ذریعے۔ فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو اپنا دیدار دیا ہے تو یہ خبر قرآن میں کیونکر دی؟ اگر دی ہے تو یہ خبر حق ہے۔ تو حق سے گریز کرنا ناحق ہے۔

حضرت علی نے آیت ثُمَّ دَنَا پڑھی۔ مائی صاحبہ نے فرمایا یہ جبریل علیہ السلام کو دیکھا ہے۔ پھر حضرت جبریل رضی اللہ عنہ نے آگے پڑھا فَاَوْحیٰ اِلٰی عَبْدِہٖ فرمایا بھلا یہ بتائیں کہ اس میں جبریل علیہ السلام بھی تھا۔ مائی صاحبہ نے فرمایا نہیں تو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم مراد کو پہنچے۔ فرمایا آگے ہے:

مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ اس سے مراد کیا ہے۔ مائی صاحبہ نے فرمایا یہ بھی جبریل علیہ السلام کو دیکھا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر جبریل علیہ السلام کو دیکھا ہے تو پھر اس وحی میں جبریل علیہ السلام بھی تھا۔ بعض نحویوں نے فَاَوْحیٰ کی ضمیر جو ہے اس کا عطف جبریل علیہ السلام کی طرف کیا ہے۔

عبدالقاہر جرجانی نے ایک نحوی قاعدہ بیان کیا ہے جو بہترین ہے۔ کیونکہ اگر واوحیٰ ہوتا تو ضروری عطف قاب قوسین پر ہوتا۔ لیکن یہاں اوادنیٰ پر کلام تام ہے۔ آگے دوسرا جملہ شروع ہے اس کا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔

جن لوگوں نے جبریل علیہ السلام کو مراد لیا ہے۔ انہوں نے ان تمام آیات سے مراد جبریل علیہ السلام کو لیا ہے۔ لیکن جو اس کے خلاف ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ نہیں اس میں لفظ شدید ہے۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ لیکن بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اَوْ اَدْنیٰ اس سے جبریل علیہ السلام ہے۔ اگلے کلام سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یعنی بعض نے یہ کہا ہے کہ رویت قلبی اللہ تعالیٰ سے ہے۔ بعض نے رویت عینی مراد لیا ہے اور رویت عینی کے متعلق مفسرین فرماتے ہیں کہ قرآن سے کوئی ظاہری

نص نہیں ہے۔ اشارے اور کنائے ہیں۔ ادھر مائی صاحبہ کے دلائل میں دو آیتیں نص ہیں۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی یہ بھی حکم قرآن ہے اگر کوئی یہ کہے کہ تم ان دو آیتوں کا کیا جواب دو گے؟ جب اس میں صراحت وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی سے کلام نہیں فرماتا یعنی بلا حجاب اس میں حسر مطلق ہے کہ کوئی بشریت ذات سے بلا حجاب کلام نہیں کر سکتی۔ اور نہ ہی کسی کی آنکھ اس کو دیکھ سکتی ہے تو تم مطلق کا انکار کیسے کرو گے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چاہے اس کے مقابل جتنی روایات ہوں۔ ان کی کوئی وقعت نہیں۔ نہ ہی آنحضرت ﷺ کے بارے میں کوئی ایسی نص ہے جس سے آپ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے۔

ادھر مکالمہ یہ ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم قرآن کے سب سے زیادہ ماہر ہو کوئی ایسی نص پیش کرو جس میں حضور ﷺ کا ظاہری دیدار کرنا ثابت ہو۔ حضرت علی المرتضیٰ نے یہی آیات تلاوت کیں۔ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی فرماتے ہیں کہ میں نے جم غفیر صحابہ رضی اللہ عنہ میں اس کی بابت پوچھا کہ اس سے مراد کیا ہے۔ فرمایا کہ جب میں نے سدرۃ المنتہیٰ سے ان عجائبات کو دیکھا۔ اس کے بعد مجھے رحمت نے ڈھانپ لیا اور میری جانب وحی کی گئی، میں قریب ہوا پھر مجھے حکم ہوا کہ ٹھہریئے تیرا رب تجھ پر رحمت بھیج رہا ہے۔ یہ آواز ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سی تھی۔

میں نے اپنے رب کو بلا حجاب دیکھا۔ مجھے فرمایا گیا کہ حبیب ﷺ آج میری رحمت اور میری ذات تیرے لئے ہے اور آج یہ دیدار صرف تیرے لئے ہے۔ فرمایا جنت میں ہر مومن کو میرا دیدار ہو گا۔

یہ بات سن کر مائی صاحبہ نے فرمایا چلو حدیث تو آپ نے بیان کر دی تو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں نہیں فرمایا؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ جواب میں فرماتے ہیں کہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں کیا قرآن نے یہ اعلان فرما دیا ہے کہ کسی بشر کے لئے یہ لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے یا پردہ کے ذریعے اور جگہ جو ارشاد ہے کہ اسے کسی کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ وہ ہر ایک کو دیکھتا ہے۔ یہ مطلقاً نفی ہے۔ لیکن جہاں یہ وعدہ ہے اور نفی کا وعدہ ہے اور وہاں یہ ہے کہ کافی منہ رونق دار ہوں گے۔ وہ اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔ فرمایا اس وقت مومن ذات پاک کو بلا حجاب دیکھیں گے یا نہیں؟ تو مائی صاحبہ نے جواب دیا کہ اس میں کسی کو کوئی شک نہیں وہ لازماً بلا حجاب اپنے رب کا دیدار اپنی آنکھوں سے کریں گے۔ فرمایا دونوں وعدے ہیں اور دونوں مطلق ہیں۔ ایک مطلق کو دوسرے مطلق پر ترجیح ہوتی ہے۔ کیونکہ دیدار کی اگر نفی ہے تو اس کے اثبات کا ثبوت بھی موجود ہے۔ لیکن فرمایا یہ دیکھیں کہ نبی پاک ﷺ نے جنت کو دیکھا کہ یہ قرآن کہہ رہا ہے اور جنت میں پھر ابدالآباد زندگی ہے۔ جب جنت کو دیکھا تو جنت کی جو اصل ہے وہ دیدار الٰہی ہے۔ فرمایا کہ اس دنیا میں اس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا لیکن جنت اس دنیا میں نہیں۔ جب سرکارِ دو عالم ﷺ اس دنیا کو پار کر کے اب عالم اخروی میں تشریف لے گئے یعنی قیامت سے پہلے اس عالم جنت کا آپ کو سیر کرا دیا گیا۔

جب جنت کا سیر کرایا تو جنت کے تمام انعامات بھی دکھائے اور دیدار بھی جنت کی اصل ہے۔ کیونکہ جو جنت میں داخل ہو جائے اس کے لئے تمام جنت کے انعامات ہیں اور وہ جو چاہے اس کے لئے ہے تو جنت کی نعمت جو اصل ہے وہ دیدار باری تعالیٰ ہے۔

جب تم یہ تسلیم کرتے ہو کہ حضور ﷺ جنت میں داخل ہوئے۔ جب جنت میں داخل ہوئے تو جنت کے تمام انعامات کو بھی دیکھا ہوگا۔ جب تمام انعامات کو دیکھا ہوگا تو دیدار کا وعدہ بھی جنت کا ہے۔ جب ساری دنیا کے جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو پہلے جنت دکھائی اس میں جو انعامات ہیں وہ بھی دکھائے اور اپنے دیدار کا مشاہدہ بھی کرایا کیونکہ یہ ضروری ہے کہ جنت کے اندر ضرور دیدار ہوتا ہے۔

یہ لازم وملزوم ہے۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ جنت میں جا کر جنت کے انعامات کو دیکھ کر واپس لوٹیں اور دیدارِ الٰہی نہ کریں۔ تو پھر اس آیت کا حکم اور اس کی خبر کیسے صادق ہوگی۔ اس لئے سرکار ﷺ کو سب کے جنت میں داخل ہونے سے پہلے آپ ﷺ کو جنت دکھائی گئی تب آپ ﷺ نے جنت پہلے دیکھی اور دیدار کا مشاہدہ کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آیت پڑھی کہ وہی آیت جس میں یہ ہے کہ کافی منہ رونق دار ہوں گے وہ اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ وعدہ حضرت محمد ﷺ سے پورا کیا۔ ان کو معراج کی شب جنت دکھائی اور جنت کا اصل اس کا دیدار ہے۔

مائی صاحبہ نے سن کر فرمایا: واللہ علی تو حق ہے کہ قیامت میں جنت میں ہم سب اللہ کا دیدار کریں گے۔

مَا کَذَبَ الْفُؤٰدُ مَارَاٰی اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَایَرٰی o پر بحث:

ماکذب الفود کا عطف فاوحی پر ہے کیونکہ کَذَبَ فعل ہے اور فُؤٰدُ فاعل ہے اور اس کے اندر مفعول چھپا ہوا ہے۔ یعنی کَذَبَ کا مفعول جو ہے بعض نے اسے معفول لهٗ کہا ہے اور مراد ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ یعنی آپ ﷺ دل پر کذب کی فطرت نہیں اور آپ ﷺ کا دل تمام انبیاء سے ممتاز اور برگزیدہ ہے۔

کیونکہ یہاں دل کا ذکر کیوں فرمایا۔ کلام الٰہی دل پر وارد ہوتی ہے اور دل تمام اعضاء کا بادشاہ ہے اور فرمایا کہ میری چار آنکھیں ہیں دو سر کی اور دو دل کی جیسا میری سر کی آنکھ دیکھتی ہے۔ ویسے ہی میرے دل کی آنکھ دیکھتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس ذاتِ پاک کو دو مرتبہ دیکھا ایک مرتبہ دل کی آنکھ سے اور ایک مرتبہ سر کی آنکھ سے جب میں اس کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو اس نے میرے لئے ہر چیز روشن کر دی جیسا میں اُسے سر کی آنکھ سے دیکھ رہا تھا۔ ویسا ہی دل کی آنکھ سے۔

اس کے ماقبل اِلٰی عَبْدِہٖ ہے۔

یہ بات تواتر سے ہے کہ وحی بغیر جبریل علیہ السلام کے ہے اور معراج کی رات ہوئی یہ وحی موحی اور موحی الیہ جانے۔ تو کَذَبَ کا لفظ یہ اس لئے کہ جو کچھ میرا محبوب دیکھ آیا ہے اور دیکھتا ہے۔ اس کو تم جھوٹ سمجھتے ہو کیونکہ میں ذات اعتراض سے پاک ہوں۔ یہ میں نے دکھایا ہے۔ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی دیکھو یعنی جو کچھ میرے محبوب کے دل پر ہے تم اس کو جھوٹ جانتے ہو۔ اگر یہ کذب ہو جائے تو اس لفظ مَا کے اندر صرف واقعہ معراج نہیں پورا قرآن ہے۔

جب میرا محبوب قرآن کو بیان کرنے میں صادق ہے تو اس واقعہ معراج میں کیسے کذب ہو سکتا ہے۔

مَارَاٰی کے اندر ماضی ہے اور عَلٰی مَایَرٰی کے اندر مضارع ہے یعنی میرا حبیب جو دیکھتا ہے وہ حق ہے۔ یعنی یَرٰی کے اندر یہ امر قطعی ہے کہ اس کا عطف اوحی پر ہے۔

علامہ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا دیدار کرنا اس لفظ ''یَرٰی'' سے ثابت ہے۔

کیونکہ سیاق وسباق کے اعتبار سے حضرت امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے صحابہ کے جم غفیر میں فرمایا کہ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى فرمایا۔ کیا جھگڑا کرتے ہو۔ میں نے اپنے رب کو دیکھا۔ اس نے مجھے دیکھا واللہ میں نے رب کو سر کی آنکھ سے دیکھا۔

اس حدیث سے بھی سر کی آنکھ سے دیکھنا واضح ہو گیا۔

مسلم شریف میں ہے پس بے شک محمد ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا۔ دل کی آنکھ سے اور سر کی آنکھ سے۔

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ :

اس کا فاعل رب العالمین ہے اور ھُوَ کی ضمیر حضور اقدس ﷺ کی طرف راجع ہے اور یَرٰى کا مضارع کا صیغہ ہے۔ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب میں نے اس کو دیکھا تو وہ بہترین صورت میں تھا۔ آسمان کے فرشتے جھگڑا کر رہے تھے پوچھا جانتے ہو کہ کیوں جھگڑا کر رہے ہیں۔ عرض کی اللہ جانتا ہے تو ذات نے اپنا دست قدرت میرے سینے پر رکھا اور مجھے ٹھنڈک محسوس ہوئی تمام زمین و آسمان کے علوم میرے سینے میں ہو گئے مجھ سے کوئی چیز چھپی نہ رہی۔ میں نے ذات کا سر کی آنکھ سے مشاہدہ کیا۔ یہ حدیث بہت سی کتابوں میں وارد ہے۔ لیکن الفاظ مختلف ہیں۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب ''بحر العلوم'' میں ان ہی علوم الفاظ میں نقل کیا ہے اور مستند شہاب بن زہری میں بھی ہے عَلٰى مَا يَرٰى اس کے اندر آپ ﷺ کے دیکھنے کو حق فرمایا گیا ہے اور انکار، پیغمبر کی عظمت کا انکار ہے۔

وَلقد رَاٰہُ نزلۃً اُخریٰ لا o عند سدرۃ المُنتھی o عندھا جنّتُ الماویٰ o اذ یغشی السّدرۃ مایغشی لا o مازاغ البصرُ وما طغی o لقد رای من ایاتِ ربّہ الکُبریٰ o

وَلقد رَاٰہُ:

اس میں علماء فرماتے ہیں کہ ذات باری مراد ہے۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اقدس ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کے میں فرمایا کہ سدرۃ المنتھی کے پاس میں پہنچا۔ وہاں مجھے رحمت نے ڈھانپ لیا۔ تو پہلے جب مجھے وحی ہوئی نماز کے احکام کے بارے میں تو اس وقت میں نے اس کو دل کی آنکھ سے دیکھا پھر دوبارہ وہ اسی مقام پر اترا میں نے اس کو سر کی آنکھ سے دیکھا پھر دوبارہ وہ اسی مقام پر اترا میں نے اس کو سر کی آنکھ سے دیکھا۔

اس کا عطف بعض نے کہا ہے کہ قاب قوسین پر ہے۔ تو یہ دونوں مرتبہ جبریل علیہ السلام کو دیکھا لیکن یہ بات غلط ہے۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دیکھئے جبریل شروع سے آپ ﷺ کے ساتھ تھا اور پھر وہ غیب سے کہاں ہوگیا اور پھر کچھ لوگ کہتے ہیں کہ دونوں دفعہ اصلی حالت میں حضور ﷺ کو ملاقات ہوئی۔

فرماتے ہیں یہ بات قرین قیاس سے غلط ہے۔ کیونکہ تواتر سے ہے کہ فَاَوحٰی جو وحی ہے۔ وہ بغیر جبریل کے ہوئی۔ یہ کلام کے سیاق وسباق سے بھی ہے۔ فرمایا کہ: سورۃ بقر کے آخری آیتیں وہ بغیر جبریل علیہ السلام کے وحی ہوئیں۔ فَاَوحٰی سے پچھلا جملہ ختم ہے۔ اگر یہ بات مان لی جائے کہ قاب قوسین سے مراد جبریل علیہ السلام ہے تو ان دونوں کے ملاقات اور ایک دوسرے کے قریب ہونے کے

بعد یہ وحی ہے اور یہ وحی جبریل علیہ السلام کو مستثنیٰ کر رہی ہے تو قاعدے کے مطابق جب جبریل علیہ السلام مستثنیٰ ہوئے تو وحی براہِ راست ہوئی۔ جب براہِ راست ہوئی تو وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی اس کا عطف فَاَوْحٰی پر ہے۔ یعنی ذاتِ باری تعالیٰ کو دیکھا۔ کہاں دیکھا۔ سدرۃ المنتہا کے پاس۔ اس کے نزدیک جنت الماویٰ ہے۔ یعنی اس تمام کا عطف فَاَوْحٰی پر ہے۔ بعض منکرین، مخلدین، نبی پاک ﷺ ان آیات کو معراج سے فارغ تصور کرتے ہیں۔ لیکن یہ تواتر کے خلاف ہے اور ان کا لغو ہے۔

اس کے پاس جنت الماویٰ اس لئے ہے کہ وہ بابرکت ہے اور جنت الفردوس کے بعد وہ بڑی جنت ہے۔ اس میں ایک بڑا اختلاف ہے کہ عالم بالا پر جو جنت ہے وہ اصل ہے یا مثل ہے۔ اس میں علماء کا بڑا اختلاف ہے۔ بعض نے اصل کہا ہے اور بعض نے مثل کہا ہے۔ اس پر مکمل بحث اپنی تفسیر میں کروں گا۔

یاد رہے کہ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ اس میں فرمایا کہ وہ بھاری چیز کیا ہے؟ بے بہا خزانے جمع ہیں اور فرشتے ہر وقت حمد کر رہے ہیں۔ میری امت اس کے ایک پتے میں ڈھانپی جا سکتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ سدرہ کے پاس جب میں پہنچا تو مجھے جبریل علیہ السلام سے علیحدہ کر دیا گیا۔ ایک رحمت نے مجھے ڈھانپ لیا اور مجھ پر یہ انعام ہوا کہ مجھے اس نے اپنا دیدار کرایا اور نماز باعتبار پڑھنے سے پانچ ثواب کے اعتبار سے پچاس۔

نیز یہ بھی وعدہ ہوا کہ اے محمد ﷺ تیری امت کو ضرور بخش دوں گا میں نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار میری امت کمزور اور ناتواں ہوگی وہ بہت گناہ کریں گے۔ فرمایا میری رحمت اتنی وسیع ہے کہ اس کا ایک قطرہ تیری ساری امت کے لئے کافی ہے۔ تو یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس گروہ کے صدر ہیں۔ جو کہ حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدارِ باری تعالیٰ بلا حجاب کے قائل ہیں۔

مَازَاغَ البَصَرُ:

اس مازاغ کا فاعل کون ہے اس کا عطف ولقد راہ پر ہے۔ اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ یعنی اس کو دیکھنے میں ذرا آنکھ نہ بھٹکی نہ ٹیڑھی ہوئی۔ اگر جبریل علیہ السلام کو مان لیا جائے تو پھر جبریل علیہ السلام کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ماننا پڑے گا۔ یہ بات لازم ہے کہ جبریل انبیاء اور اللہ تعالیٰ کے مابین ایک وحی کا ذریعہ ہے اور وحی کی اصل دلیل پیغمبر ہوتا ہے لہٰذا اس لئے اس کا عطف وَلَقَدْ رَاٰی پر ہے۔ اگر جبریل علیہ السلام پر ہوتا تو جبریل کو تو اصل شکل میں دوبار دیکھ چکے تھے۔ لیکن یہ قاعدے کے خلاف ہے کہ جبریل کو دیکھنے پر مَازَاغ کا لفظ وارد ہو۔

ایسا لفظ عظیم ہستی ذات رَبُّ العٰلَمِیْن کے لئے وارد ہے۔ یہ صرف ذات رب العالمین کے لئے وارد ہے۔ یہ صرف کمالِ محمدی کا وصف ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھ سے براہ راست دیکھا اور آنکھ نہ جھپکی بلکہ یہ آنکھ اس ذات میں فنا ہوئی۔

زَاغ:

زاغ کا لفظ اس لئے ہے کہ ذات کو دیکھنے میں کوئی ہیبت طاری نہ ہو۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام تجلی کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام نہیں یہ میرا حبیب ہے کہ مجھے دیکھنے میں اس کی آنکھ نے ذرا گھبراہٹ محسوس نہ کی اس لئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

کمان امکان کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو۔ محیط
کی چال ہے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے۔

زاغ کے بعد طغی کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں ٹیڑھا ہونا۔ فرمایا کہ آنکھ

ٹیڑھی نہ ہوئی۔ یعنی ذات کا آنکھ سے مشاہدہ کرتے رہے۔ وہ ذات حبیب کے لئے تھی وہ حبیب کے لئے تھا۔

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی

اس سے مراد چھوٹی سی آیت ہے۔ لیکن معراج کا تمام حاصل اسی میں ہے۔ اس میں رب کا لفظ موجود ہے۔ ولقد رای میں لفظ رب کیوں نہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو راز میں رکھا اور اشارے کو ظاہر فرمایا:

اس آیت میں اپنے نام کو اس لئے ظاہر فرمایا کہ رب کی نشانیاں ظاہر فرمائیں اور لفظ کُبْریٰ ہے۔ سید العالمین ﷺ فرماتے ہیں کہ کُبْریٰ اللہ تعالیٰ کی ذات کبریائی کے لئے ہے۔ اس لئے کُبْریٰ فرمایا۔ اپنی کبریائی کو ظاہر کیا۔ اس لئے کہ محبوب جب ملاقات کرے تو میری کبریائی کو دیکھے۔

اکثر مفسرین لفظ کُبْریٰ سے اللہ تعالیٰ کا دیدار مراد لیتے ہیں۔ ان تمام نشانیوں میں سے بڑی نشانی ذات باری تعالیٰ کا دیدار تھا اور یہ دکھانا ہی سب کچھ اس نشانی کُبْریٰ کے لئے تھا جو ظاہر کی۔

یاد رہے کہ اس سے پیشتر ایک آیت گزر چکی ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ اسے کوئی آنکھ ادراک نہیں کر سکتی اور وہ ہر ایک کو دیکھتا ہے۔

ادراک:

ادراک سے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے نفی کی ہے اس سے یہ مفہوم ظاہر ہوتا ہے کہ ادراک بالا احاطہ ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا احاطہ کون کر سکتا ہے۔ معراج کی رات حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا سر کی آنکھ کے ساتھ دیدار کیا۔ اس میں تمام مفسرین قائل ہیں۔ کیونکہ قیامت کے دن بہشت میں تمام مومنین کو اللہ تعالیٰ کا سر کی آنکھ سے دیدار ہوگا لیکن وہاں بھی اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ وہ ذات بے مثل ہے۔ اس ذات کا احاطہ ناممکن ہے۔

کچھ مخالفین یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہی مراد تھا تو پھر عرش پر جانے کی کیا ضرورت تھی زمین پر بھی دیدار ہو سکتا تھا۔

یہ احمقانہ اعتراض ہے۔ کیونکہ رَبُّ العلَمین سارے عالم کو اپنی ذات میں گم کئے ہوئے ہے۔

وہ درخت سے آواز دینا چاہے تو موسیٰ علیہ السلام کو درخت سے آواز دے سکتا ہے۔ کیا بغیر درخت کے موسیٰ کو آواز نہیں دے سکتا تھا؟ یہ اس کی حکمت ہے۔ تاکہ میرا محبوب سب سے پہلے آسمان جنت اور جنت کے عجائبات اور جہنم اور اس کے غضب۔ سدرۃ المنتھی ان سب کا مشاہدہ کر کے پھر میری ذات کا مشاہدہ کرے۔

لہٰذا حضور ﷺ نے تمام عجائبات کا مشاہدہ فرماتے ہوئے پھر اپنے رب کا مشاہدہ فرمایا۔

(وَاللہُ الْھَادِیْ)